کرکے کمی پوری کردی، جس سے متعدد ریختی گو شعرا کے حالات و کلام ایک جگہ جمع ہوگئے، ابتدا مین ایک مفصل مقدمہ بھی لکھا ہے، جس سے ریختی پر مختلف حیثیتون سے بحث کی ہو،

خلفائے راشدین، مرتبہ مولانا محمد عبدالشکور صاحب اڈیٹر النجم لکھنؤ ضخامت ۲۰۰ صفحے، لکھائی چھپائی کاغذ معمولی قیمت ۸ر پتہ:- دفتر النجم لکھنؤ،

اس کتاب مین خلفائے اربعہ کے حالات مختصر طور پر آسان عبارت مین جمع کئے گئے ہین، ابتدا مین ایک مقدمہ ہے، جس مین صحابۂ کرام اور خلفائے راشدین کے متعلق ضروری عقائد کا بیان ہو، اس کے بعد مختصر طور پر رسول اللہ صلعم کے حالات ہین، پھر بہ ترتیب خلفا کا تذکرہ ہے، ماخذ کے حوالے بہت کم دیئے گئے ہین، تاہم جو حالات لکھے ہین صحیح ہین، اور عام مسلمانون مین صحابہؓ کی محبت و عظمت پیدا کرنیوالے ہین،

رومی اور اسلامی ادارۂ غلامی، مرتبہ محمد حمید اللہ (عثمانیہ) ایم اے (دینیات فقہ) ضخامت ۴۰ صفحے، لکھائی چھپائی کاغذ متوسط، پتہ بزم قانون، عثمانیہ کالج حیدرآباد دکن، قیمت ۴ر

کلیہ جامعہ عثمانیہ مین ایک خاص مجلس سلسلہ بزم قانون کے نام سے قائم ہے، اور اس سلسلے مین وہ بہم خاص کر اصول قانون، قانون رومہ، شرع محمدی وغیرہ کے متعلق مختلف طلبہ تحقیقات کا کام کررہے ہین، چنانچہ جناب محمد حمید اللہ صاحب ایم اے ایل ایل بی نے قانون رومہ اور شرع محمدی کے متعلق یہ تقابلی رسالہ لکھا ہو، جسمین اسلامی غلامی اور رومن غلامی کا موازنہ کیا ہے، اور مختلف ماخذون سے جنمین انگریزی تصنیفات کے ساتھ فقہ اور حدیث کی کتابین بھی شامل ہین، اس موضوع کے متعلق مستند معلومات جمع کئے ہین، اور اخلاقی حیثیت سے اسلامی غلامی کو رومن غلامی پر ترجیح دی ہو، اس کے ساتھ غلامی کی تاریخ، اور غلامون کے اقسام وغیرہ کے متعلق اس رسالہ مین مفید معلومات مل سکتی ہین،

"ع"

جلد بست و ہشتم ۲۸	ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۳۱ء	عدد ۲

مضامین

اطلاع

معارف کی اشاعت اخیر ماہ مین ہوتی ہے، اس سے خود ہم کو بھی اور خریدارون کو بھی تکلیف ہوتی ہے، ہم نے کئی دفعہ چاہا کہ آخر کے بجائے اوّل ماہ مین اشاعت ہو، ورنہ کم از کم وسط ماہ مین ہوجائے، مگر کئی دفعہ کوشش کرنے کے بعد بھی دائمی کامیابی نہین ہوئی، اس نئی جلد سے ہم پھر از سرنو یہ کوشش کرتے ہین کہ آغاز ماہ نہ سہی تو وسط ماہ تک اشاعت ہوجائے، السعی منی والاتمام من اللہ،

شذرات

پنجاب یونیورسٹی کے نصاب تاریخ اسلام والی کتاب کے متعلق ہمارے اسلامی اخبارات نے جو تحریک اٹھائی تھی اور جسمین معارف نے بھی حصہ لیا تھا بحمد اللہ کہ مولوی محمد شفیع صاحب وائس پرنسپل اورنٹیل کالج اور بعض دوسرے مسلمان ارکان یونیورسٹی کی بروقت کوشش سے اسمین کامیابی ہوئی، اور وہ کتاب نصاب سے خارج کیگئی، ضرورت ہے کہ مسلمان اپنے دین و ملت اور علوم و فنون کو اغیار کے دست تصرف سے بچانے کے لیے اسی قسم کی احساس غیرت اور مستحسن کوشش سے کام لین گے، تاکہ خوددار اقوام مین اُن کا شمار ہو سکے،

اس تحریک کے سلسلہ مین مولوی محمد شفیع صاحب ممدوح الصدر کے قلم سے انقلاب مین دو تحریرین شائع ہوئین، اور دونون نہایت متین، سنجیدہ اور پرمغز تھین، اور وہ اُسی حقیقت کو منکشف کرتی تھین، جسپر معارف نے اپنے پچھلے شذرات مین پردہ اٹھانا چاہا تھا، ضرورت اسکی ہے کہ ہمارے انگریزی دان فضلا اور اکابر اہل قلم غیرون کا بھروسہ چھوڑکر خود قلم اٹھائین، بلند سے بلند معیار کے مطابق اپنی تاریخ کو ترتیب دین اور اسکو اپنے طالب علمون کے ہاتھ مین دین، ورنہ محض شور و غل اور جوش و خروش سے اس مرض کا ازالہ نہ ہوسکیگا،

مسلمانون کی یہ حالت ہے کہ وہ ہر چیز کا علاج جوش و خروش سے کرنا چاہتے ہین، وہ خاکستر ہوکر رہین گے، یا آتش فشان بنجائین گے، حالانکہ اصلی موزیہ ہے کہ وہ آہستہ آہستہ جلتے اور سلگتے رہین، اور اپنے پیہم سوز سے مجلس کو روشن اور زندگی کو گرم رکھین، دفعۃً جوش و خروش اور اس کے بعد افسردگی اور سرد مہری، زندگی نہین، موت کی علامت ہے،

آجکل بعض پرجوش مسلمانون نے ایسی متعدد مثالین پیش کی ہین کہ جس کسی نے سرور کائنات علیہ السلام کے خلاف گستاخی کی، اپنی جان پر کھیل کر اسکی جان لے لی، اس طریق سے ممکن ہے کہ ہم مخالفون کو مرعوب کرلین، لیکن ہم ان کے دلون کو

رسول اسلام علیہ السلام کی محبت سے نہ بھر سکین گے، بلکہ شاید ممکن ہے کہ ہم آپکے دشمنون ہی کی تعداد مین اپنے اس فعل سے اور اضافہ کردین، اس کا علاج تو یہ ہے کہ ہم سیرت مبارکہ کو ہر زبان اور ہر خط مین بہتر سے بہتر اور ارزان سے ارزان اسقدر عام کرین کہ وہ ہر جگہ پھیل جائے، اور ہر ساز سے وہی ایک آواز نکلنے لگے، خدا کا شکر ہے کہ سیرت کمیٹی، پٹی لاہور اس کام کو انجام دے رہی ہے، اسکو اور کامیاب بنانے کی ضرورت ہے،

معارف مین جن صاحب کے جواب مین سنت اور حضرت ابو ہریرہؓ والے مضامین لکھے گئے تھے، ان کا اسی قسم کا ایک اور دلآزار مضمون قتل مرتد پر نکلا تھا، ہم کو نہایت خوشی ہے کہ مولوی رئیس احمد صاحب جعفری ندوی نے اس کا ایک تسکین بخش جواب لکھا جو اخبار سچ لکھنؤ کے تین نمبرون مین چھپا ہے، اسمین جعفری صاحب نے مضمون نگار کے علم و قدا قفیت سے پورا پردہ اٹھا دیا ہے، واقعی یہ کس قدر تعجب کے قابل بات ہے کہ جن لوگون کو کسی علم و فن سے اتنی کم آگہی ہو وہ اس جرات کے ساتھ ہزارون لاکھون مسلمانون کے سامنے اپنے علم و دانش کی نمایش کرین، اور بار بار کی پردہ دری بھی ان کو اپنی واقعیت پر غور کرنے کا موقع نہ دے،

ہزارون مسلمان ان مضامین کو پڑھتے ہین، مگر کوئی ان کے جواب کی طرف التفات بھی نہین کرتا، انتہا یہ ہے کہ دل کو گو تکلیف پہنچتی ہے، مگر زبان سے فریاد تک بھی نہین کرنا چاہتے، اسکو وہ رواداری سمجھتے ہین اگر یہ رواداری ہے تو بیحسی کس کا نام ہے؟

جیسا کہ جولائی کے شذرات مین اسی قسم کے مضامین کے سلسلہ مین ہم نے توجہ دلائی تھی، ضرورت یہ ہے کہ دوسرے اہل علم بھی ادھر توجہ فرمائین، اور عام مسلمان اس قسم کے دلآزارانہ مضامین کے خلاف اپنی آواز بلند کرین، اور لکھنے والون کو بتادین کہ وہ کہان تک اس قسم کی تحریرون کو پسند کرتے ہین، اور ان کو اسلام اور مسلمانون کے لیے مفید جانتے ہین جنمین برملا عقائد و ارکان اسلام کی تخفیف ہو، اور خداوند تبارک و تعالیٰ کی بارگاہ مین سخیفانہ ظرافتین ہون،

بھوپال سے ایک دوست نے اطلاع دی ہے کہ مسلم یونیورسٹی کے موجودہ نصاب عربی ایم اے مین عربی انجیل نہین داخل ہے، ہم نے اپنے شذرات مین آج کا ذکر نہین کیا تھا، بلکہ پروفیسر ڑیٹن صاحب کے عہد کا ذکر کیا تھا، بہرحال ہم کو خوشی ہے کہ ایم اے کے کورس مین عربی انجیل کے بجائے وہان قرآن پاک ہے، اللہ تعالیٰ اسیطرح اور مزید توفیق عطا فرمائے،

مقالات

گلۂ آشنا

من از بیگانگان ہرگز نہ نالم
کہ با من ہرچہ کرد آن آشنا کرد

کسی قوم و تمدن و مذہب کے مناظر اور وکیل کی سب سے تاسف انگیز حالت وہ ہوتی ہے جب اسکا دل اپنے حریف کے مقابلہ مین مرعوب ہوجاتا اور اس کے نزدیک حسن و قبح کا معیار وہ بنجاتا ہے جو اسکا حریف اس کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، اس وقت یہ پورس کا شکست خوردہ ہاتھی پیچھے ہٹکر خود اپنے سپاہیون کی صفون کو درہم برہم کرنے لگتا ہے، اور چاہتا ہے کہ اس کے مذہب و تمدن و قومیت مین جو چیزین بھی ایسی ہون جو اس کے حریف کے معیار سے قابلِ اعتراض ہون، ان کو توڑ پھوڑ ڈالے، اور کم از کم یہ دعوی کرے کہ سرے سے یہ باتین ہمارے مذہب و تمدن و قومیت مین ہی نہین، ان کتابون کو صفحۂ ہستی سے فنا کردینا چاہتا ہے جنمین ایسی باتین ہین، ان لوگون کی آبروریزی پر اترآتا ہے جنکے سامنے حسن و قبح کا وہ معیار نہ ہو، جو اس نے اپنے حریف سے مرعوب ہوکر اختیار کرلیا ہے، غرض وہ سب کچھ کرگذرتا ہے، جو خود اس کے حریف کو کرنا چاہیے، جو اب اپنی شاطرانہ چال کی کامیابی پر مسرور ہوتا اور اپنے حریف کو آفرین و تحسین سے مزید جرأت دلاتا ہے،

یاد ہوگا کہ جب ڈاکٹر اسپرنگر اور سر ولیم میور نے اپنا کام شروع کیا تھا، تو مسلمانون کو ان سے کتنا اختلاف تھا، یہان تک سرسید نے ان کے جواب کے لیے لندن تک کا سفر کیا، مگر رفتہ رفتہ حریف اپنا کام کرتا رہا، یہان تک کہ آج وہی نظریے اور وہی معیار جنکے لیے ہم کل لڑ رہے تھے تعلیم و تربیت کی خرابی، علم کی قلت اور مذہبی علوم مین عدم تجربہ کے سبب سے ہمارے نزدیک مسلّم ہوگئے ہین، اور اب ہر وہ شے جو اس معیار پر نہین، کوشش کرتے ہین، کہ اسکو بے اصل ثابت کرین، اور یہ سب کچھ جیسا کہ ہمارے دوستون کا دعوی ہے، اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ السلام کی محبت مین کیا جاتا ہے،

ضرورتِ ایمان کا انکار، خدا کا انکار، نماز پنجگانہ کا انکار، صیامِ ماہِ رمضان کا انکار، زکوٰۃ شرعی کا انکار، حج کا انکار، قربانی کا انکار، قیامت کا انکار، جزا و سزائے اخروی سے انکار، آثارِ قیامت کا انکار، جنت و دوزخ کا انکار، معراج کا انکار، احکامِ رسالت سے انکار، عدالتِ صحابہ کا انکار، پوری تفاسیر کا انکار، پوری فقہ و قانونِ شریعت کا انکار، اور تمام صحیح و ضعیف احادیث کا انکار، تمام مجتہدین و ائمہ کے اجتہادات کا انکار، اور اگر پوچھیے کہ یہ سب کاہے کے لیے تو جواب ملیگا کہ یہ سب محمد صلعم اور آپ کے مذہب کی محبت مین اور دشمنون کے نرغہ سے ان کو بچانے کی خاطر، لیکن سوال یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلعم کی شریعت مین بچ کتنا گیا، جسکے بچانے کے لیے اتنی چیزون کا انکار ہو رہا ہے،

کیا یہ افسوس کا منظر نہین کہ آج امام بخاری، امام مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، طبری، حاکم، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، اور امام مالک تو ان لوگون مین شمار کئے جائین جنکو قرآن سے واقفیت نہ تھی، اور ان کا ایمان و اسلام سراپا منافقانہ تھا، نعوذ باللہ، اور مسلمان کون ہین، تمام انگریز، پورے اہلِ یورپ، آج ان امامون اور مجتہدون کے بنائے ہوے اصول حدیث اور معیارِ روایت غلط ہین، اور صحیح ہین تو وہ جو سر ولیم میور، اور گولڈزیہر اور امثالہم نے بنا کر پیش کیے ہین، کیا اسلام کے پرانے علمائے یہود و نصاری کی روایتین سب اسرائیلیات ہین، جنسے ان کے نزدیک اسلام کا تمام پرانا دفتر بھرا ہوا ہے، اسلیئے وہ ناقابلِ قبول ہین، لیکن آجکل کے علمائے یہود و نصاری کے تمام اقوال سر آنکھون پر، اسلیے کہ وہ مذہبی حریف کا جامہ پہنکر نہین بلکہ علم و فن کی تحقیق کا جامہ پہنکر آئے ہین،

اب تک یہ خیالات جو مدت سے ہمارے بعض نوجوانون کے دلون مین آہستہ آہستہ غیر مسلم اساتذہ کی تعلیم و تربیت اور فیضِ صحبت کے اثر سے سرایت کر رہے تھے، بند بند تھے، مگر ترکی کے سیاسی و مذہبی انقلاب نے ان کی ہمتین بڑھادی ہین اور مولویون کی عیب جوئی اور توہین و تحقیر کے بہانہ سے خود مذہب اسلام کی بیخ و بنیاد ہلا رہے ہین، اور خوش ہو رہے ہین کہ ایسے مولویون اور ملاؤن کے دستِ تصرف سے قوم کو نجات دلا رہے ہین، مولویون اور ملاؤن پر لعنت بھیجیے، اور آئیے اور خود بڑھیے اور تیرہ سو برس کے اسلامی سرمایہ کو اپنے ہاتھ مین لیکر اسکی حفاظت کیجیے، مگر یہ نہین ہوسکتا، کہ مذہب اور مذہبی علوم سے تو یکسر بیگانگی ہو، اور قرآن و تفسیر و حدیث و فقہ و تاریخ و رجال پر دست ستم دراز ہو رہا ہے، اور طوطی صفت

استادِ مغرب سے جو سیکھا ہے، اور نگ بدل بدلکر اس پر ہم کو ایمان لانے کو کہا جائے،

ترکی کو چالباز نو مسلم عیسائیون اور یہودیون سے سیاسی اور جنگی معرکون مین جو شکستین ہوئین وہ اہل تاریخ سے مخفی نہین، اور اب مذہب کی باری ہے، سنا ہے کہ ایک رومن کیتھولک پادری وہان مسلمان ہوا، اور جس نے اپنا نام پروفیسر عبدالاحد داؤد رکھا اور جس نے ترقی پاکر شیخ الاسلام کے سرکاتب کا درجہ حاصل کر لیا، وہ متعدد زبانین جانتا ہے، عربی سے بھی آگاہ ہے، وہ ان تمام تحقیقات کا مخرجِ اوّل ہے جو آجکل بعض مدعیون کے قلم سے ترجمانہ نکل رہی ہین، اور ان کے سامنے ہم کو سر افگندہ ہونے کو کہا جا رہا ہے، اور جسکا مقصد اسلام کو عیسائیت کے قالب مین ڈھال دینا ہے، جسمین نہ روزانہ نماز ہے، نہ روزہ ہے، نہ باقاعدہ زکوٰۃ ہے، اور جسمین شریعت (قانون شرعی) کو لعنت سمجھا جاتا ہے، اور علی الاعلان کہا جاتا ہے کہ کاش ہماری نماز بھی عیسائیون کی طرح ہوتی، یہی وہ آوازین ہین جنکو سنکر عیسائی مشنری اپنی کامیابی پر خوش ہو رہے ہین، اور پادری زویمر اور ان کا رسالہ اسلامک ورلڈ اس سے عجیب عجیب پیشین گوئیان کر رہا ہے، ضرورت ہے کہ حساس دل مسلمان اسکی طرف توجہ کرین، اور اسکو معمولی آریون اور مسلمانون یا عیسائیون اور مسلمانون، اور ملحدون اور مومنون کا معمولی مناظرہ نہ سمجھین بلکہ اسکی تہ مین ایک ایسی سازش پوشیدہ ہے جس سے زیادہ خطرناک سازش اسلام کے خلاف آج تک نہین ہوئی،

انگشت بچگی ترا کمیہ بر دست   چون چشم خرد باز کن دشمنت اوست

حریفانہ جذبات کی تشفی کے لیے مذہب کو آلہ کار بنانا، درحقیقت ایک طرح کی مذہبی توہین ہے، خالص دینی غیرت محض ذوقیانہ جذبات کی بنا پر متحرک نہین ہوتی، نہ مجنونانہ جوش کی صورت مین اس کا ظہور ہوتا ہے، صحیح مذہبی حمیت تو یہ ہے کہ خلوص اور قلبیت سنجیدگی اور استقلال کیساتھ ان اسباب کو دفع کرنے کی سعی پیہم کیجائے، جس سے ملت حقہ کے دامن پر کوئی دھبہ آتا ہو اور وہ تمام جائز ذرائع اختیار کئے جائین جن سے دین متین کا علم اقتدار دنیا مین بلند ہو سکے اور اس مبارک کوشش مین اپنے پرائے اما درشما کا سوال سامنے آنے نہ پائے، اگر کسی گوشہ سے کوئی آواز ایسی آئے جو مسلمات مذہبی کی رخنہ اندازی کرنے والی ہے، تو ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ بقدر استعداد اس کی

بے حقیقتی عالم آشکارا کردین اور پوری قوت مگر انتہائی سنجیدگی اور متانت کیساتھ دنیا مین یہ امر روشن کردین کہ اس بانگ بلند کا مخرج دراصل طبل تہی ہے، اسکی پروا نہ ہونی چاہیئے کہ یہ آواز ایک مدعیِ اسلام حلقہ سے اٹھی ہے یا باہر سے آئی ہے، معارف اور سچ اپنے بساط کے موافق یہ فرض کفایہ ادا کرتے رہتے ہین، مگر تعجب ہے کہ ہندوستان کے طول و عرض مین اور کہین سے کوئی صدا نہین اٹھتی، انھین فاضل مہربان کے دوسرے مضمون "قتل مرتد" اور دجال وغیرہ پر تحمل رہے ہین، اور شکر ہے کہ مولوی رئیس احمد جعفری ندوی حال متعلم جامعہ ملیہ نے اسکا نہایت مدلل اور متین جواب دیدیا ہے جو اخبار سچ لکھنؤ کی تین اشاعتون مین شائع ہوا ہے، ان جوابی مضمون کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ جن اجتہادات علمی پر یار خود غلط مضمون کو ناز ہے وہ اوہام اغلاط کا انبار ہے، "دجال" کا جواب مولنا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور اپنے رنگ مین دے رہے ہین، ان جوابات سے مصنف سلسلۂ زیر بحث کے اعتراضات کی بے مایگی کا راز کافی حد تک بے نقاب ہو چکا ہے، لیکن یہ صدائے حق بھی اپنی جگہ پر منفرد ہے، حالانکہ ضرورت یہ ہے کہ اہل علم عموماً توجہ فرمائین، اور خصوصاً علماء، زمانہ کا رنگ پہچانین تاکہ عام مسلمان ان بلند بانگ دعوون سے مرعوب اور اس طرح کی زہر انگیز تحریرون سے متاثر نہ ہون، اور غلط فہمیون کا سدباب ہو سکے، یہ ہے وہ احساس مذہبی جسکی ہم کو ضرورت ہے اور جس کے فقدان کا ماتم بارہا معارف مین کیا جا چکا ہے،

یہانتک تو روئے سخن ملت کے سوادِ اعظم کی طرف تھا اور اُسی خیال کا اعادہ کسی قدر وضاحت کیساتھ کیا گیا ہے جسکو ہم اشاعت سابقہ کے شذرات مین اختصار کیساتھ عرض کر چکے ہین، تاکہ عام مسلمان پبلک کو اس کے فریضۂ دینی کی طرف توجہ دلائی جائے اور ملت اسلامیہ کے مشہور جوش مذہبی کو صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کیجا سکے،

مگر آج ہم کو ان بیگانگانِ آشنا نما سے دوستانہ گلہ کرنا ہے، جو باوجود ادعائے اسلام خود اساسِ اسلام ہی کو نوکِ قلم سے منہدم کرنا اپنے شہرتِ کمال کا ذریعہ اور کلاہِ تفاخر کا طرۂ امتیاز سمجھتے ہین، ان بزرگون سے ہمین کہنا یہ ہے کہ انکو کسی ہر انگیز تحریر کی اشاعت کے پہلے ان امور پر غور کر لینا چاہئے،

کیا انکو واقعۃً مذہب اسلام کے مسلمہ عقائد پر شک ہے؟ اور ان کا مقصد اس تحریر کی اشاعت سے اپنے اوہام کا ازالہ ہے؟ اگر اس سوال کا جواب اثبات مین ہے تو ان کو اپنی تحریر مین مجتہدانہ تحکم، اور معاندانہ تلخ نوائی کا کوئی حق نہین ہے کہ انکو اپنے

اظہارِ خیال کے لیے ایسا پیرائہ بیان اختیار کرنا چاہیئے جس کے جواب دینے مین مجیب و مخاطب کو خواہ مخواہ ذاتیات کے خار دار راستے سے گذرنا نہ پڑے کہ یہ علمی و مذہبی مسائل کے طے کرنے کے لیے صحیح طریقہ نہین'

اور اگر سوال مذکورۂ بالا کا جواب نفی مین ہو، تو پھر ایسی تحریر کا منشا یا تو محض نمایش کمال اور رونق محفل ہو یا دیانت داری سے اظہار رائے، صورت اوّل الذکر کا حد درجہ نفرت انگیز اور قابلِ اعتراض ہونا ظاہر ہے، اب رہی دوسری صورت وہ بھی دو حال سے خالی نہین ہے، یا تو صاحب مضمون اس مسلمہ مسئلۂ اسلامی کو اپنے زعم مین مذہب کا ضروری رکن نہین سمجھتا، یا خود اس مذہب سے بیزار ہے جس کا وہ مسئلہ ہو، دوسری صورت مین ہمین مضمون نگار سے صرف اتنی شکایت ہے کہ وہ اپنے آپ کو مردم شماری مین مسلمان کیون لکھواتا ہو اور اپنے ساتھ دوسرون کی لغزش کا باعث کیون بنتا ہے؟ البتہ اگر صاحب مضمون اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہے اور مسلمان کہلانا چاہتا ہو لیکن کسی ایک خاص مسئلہ مین جسکو جمہور اسلام خلفاً عن سلفٍ اور اباً عن جدٍ رکن مذہب کی حیثیت سے مانتے چلے آئے ہین اس کو امت کے سواد اعظم سے اختلاف ہو، اور دیانتداری سے ایک عام غلطی کا ازالہ اس کا نصب العین ہے تو ایسی حالت مین اسکو تین امور کا لحاظ رکھنا چاہیے۔

(۱) علم اجتہاد بلند کرنے سے پہلے ہر شخص کا فرض ہونا چاہیئے کہ اپنے ذخیرۂ علم و واقفیت کا بھی دیانتداری سے جائزہ لے لے، ہلدی کی ایک گانٹھ لیکر پنساری کی دوکان کھولنی محض اپنی رسوائی کا سامان فراہم کرنا ہے،

عرفی نے خوب کہا ہے، ؎

رستم زد عی بقبولِ غلط و لے

در تابم از شکنجۂ طبع سلیم خویش

(۲) جس خیال کا اظہار مقصود ہے، وہ خود صاحبِ مضمون کا اکتشاف جدید ہے یا کسی غیر کا مال مسروقہ ہے جس کو اظہار جدت طرازی کے شوق مین صاحب مضمون اپنا بنا کر دنیا کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہے، اگر یہ خیال درحقیقت ماخوذ و مسروق ہے تو اس کے اظہار کے پہلے یہ غور کر لیا جائے کہ یہ ماخذ کس حد تک قابل اعتماد ہے،

دشمنون کے لایعنی ہفوات کو بغیر کسی تحقیق کے باور کر لینا اور دوستون کو موردِ طعن و تشنیع بنانا کہان تک مناسب ہے

داوری گر بہ دوستان داری

دشمنان را گواہ نتوان کرد

(۳) اور سب سے پہلے اہم طرز بیان کی سنجیدگی اور متانت ہے، علمی مضامین سب و شتم اور دلائل کے بجائے مزاح و ظرافت کا تحمل نہین کر سکتے، کتنی ہی معقول بات کیون نہ ہو پیرائہ بیان کی تلخی اور سخافت اس کو ناقابلِ التفات بنا دیتی ہے،

کونسا مسلمان ہوگا جو خدائے تعالیٰ کی نسبت اس رسالہ کے سخیفانہ "مزاح" کو پڑھیگا اور غم و غصہ سے بیتاب نہ ہوگا

ہمین امید ہے کہ جس خلوص اور نیک نیتی سے یہ معروضات کیگئی ہین اسی طرح ٹھنڈے دل سے سنی بھی جائینگی، کاش خدا ہمارے ان مہربانون کو ہماری اس دردمندانہ گذارش پر توجہ کی توفیق دے،

ابھی اوپر کی سطرون کی سیاہی خشک بھی نہین ہوئی تھی کہ شملہ اور پٹنہ کے احباب نے صلاح الدین خدا بخش صاحب کے ایک سلسلۂ مضامین کی اطلاع دی جو اسٹیٹسمین کی قریب کی اشاعتون مین شائع ہوا ہے جسمین اسلام مین مصوری، موسیقی اور شراب کے متعلق مباحث لکھے ہین، اور یہ ثابت کیا ہو کہ مسلمانون مین انکے زمانۂ عروج و ترقی مین ان چیزون کو کسقدر فروغ ہوا، اور ان مین ان کا رواج پھیلا، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اسلام نے جہان فطرت انسانی کے مخالف احکام دیئے ہین وہان بالکل ناکام رہا، کیا یہ الفاظ کسی مسلمان کے قلم سے نکل سکتے ہین، اگر یہ طرز استدلال صحیح ہے تو وہ کونسی برائی ہے جس کی اصلاح کا وعظ اسلام نے کہا ہے، اور مسلمانون نے آج تک اسکا ارتکاب نہین کیا ہے؟ اس طرح تو پورا اسلام بلکہ ہر مذہب ناکام ٹھہریگا، خواہ وہ احکام فطرت کے موافق ہون یا مخالف، چنانچہ خود یہ سلسلۂ مضمون اسکی شہادت ہے، آخر مین اس فاضل مصنف سے صرف ایک سوال ہو، کیا شراب پینا، فطرت ہے؟ اور امریکہ نے اسکی مخالفت کر کے فطرت سے جنگ کی ہو؟ آخر مین ایک اور نازک سوال یہ ہے کہ فطرت کی حقیقت کیا ہے؟ اور کیا آپ نے اس عقدۂ مشکل کو حل کر لیا ہے؟

سارا سین

انکی اصلیت اور وجہ تسمیہ

از

مولوی قاضی احمد میان صاحب اختر جوناگڈھی

"لفظ سارا سین کی اصلیت پر مختصراً بہت کچھ لکھا گیا ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ ہمارے فاضل دوست قاضی احمد میان صاحب اختر جوناگڈھی نے اس کی تحقیق کو اپنی انتہا تک پہنچا دیا ہے، جس کے لئے وہ ہم سب کی مبارکباد کے مستحق ہیں،،

"اڈیٹر"

مدت دراز سے اہل یورپ اپنی کتابون مین اہل عرب اور مسلمانون کو سارا سین SARACENS اور ہراس چیز کو جو ان سے منسوب ہو (SARACENIC) لکھتے چلے آتے ہین، مگر اس نام کی وجہ تسمیہ اور انکی اصلیت کے متعلق انھین اب تک کوئی آگاہی نہین ہے، جو باتین زیادہ مشہور ہو جاتی ہین، ایک مدت کے بعد ان کی اصلیت مشتبہ ہو جاتی ہے، یہی حال لفظ سارا سین کا ہے اس کی نسبت خود یورپین مورخین کے ہان اسقدر شدید اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس بارہ مین صحیح رائے قائم کرنا بہت دشوار ہے، انھون نے اس لفظ کی ایسی عجیب و غریب تاویلات کی ہین جو مضحکہ انگیز معلوم ہوتی ہین، اس کے ساتھ ہی سخت تعجب ہوتا ہے کہ باوجود یکہ صدیون تک اہل عرب کو سارا سین کہا جاتا تھا، مگر ان کی تاریخون اور تصانیف مین اس کا ذکر تک نہین پایا جاتا،

لفظ سارا سین کی قدامت اس نام کا قدیم ترین استعمال پہلی صدی عیسوی کے وسط مین پایا جاتا ہے، چنانچہ مشہور یونانی عالم نباتات دیسقوریدوس نے اپنی کتاب الادویہ (ج ا صفحہ ۲۶ مرتبہ وٹمین مطبوعہ لیپزیگ ۱۹۰۶ء) مین مقل (گوگل) کو سارا سینی درخت کی پیداوار بتایا ہے، اسی طرح مورخ پلینی کبیر (۷۹ء) نے اپنی تاریخ طبعی (ج ۶ صفحہ ۱۵۶ مرتبہ ڈیٹلیفسن) مین اندرون عرب کے ان قبائل کو سارا سینی لکھا ہے جنکی سرزمین نبطیون کی حدود پر ختم ہوتی تھی، اس کے ساتھ ہی اس نے مشہور عربی قبائل طے اور ثمود کو طوینی اور ثمودائی کے نام سے ذکر کیا ہے، مشہور جغرافی بطلیموس نے (دوسری صدی عیسوی کے وسط مین) عرب سنگستان مین سراکین نامی ایک ضلع کا ذکر کیا ہے، اور اس کا محل وقوع جبل اسود کے مغرب مین بتایا ہے، جو بقول اس کے خلیج فاران سے جودی تک پھیلا ہوا ہے ایک اور مقام پر اس نے سارا سین کو وسط عرب آباد ان کے باشندے لکھا ہے، ایک لاطینی مورخ اصطفانوس لکھتا ہے کہ سرکہ ایک ضلع کا نام ہے جس کے باشندون کو سارا سینوئی کہتے ہین، اور قبیلہ طے کی نسبت یہی مورخ لکھتا ہے کہ وہ سارا سین کے جنوب مین رہتے ہین، چوتھی صدی عیسوی کے کلیسائی مؤرخین یوسیبیس اور ہیرونیمس کی تصانیف مین سارا سین کو بائبل کے اسماعیلی بتایا گیا ہے، جنکا مسکن بیرون عرب صحرا مین بمقام قادش ہے جو فاران یا مدین کے ضلع مین ہے جہان کوہ حورب بحر احمر کے مشرق مین واقع ہے، پہلے وہ اسماعیلی کہلاتے تھے، بعد کو ہجرین (بنو ہاجرہ) اور آخر مین سارا سین کہلانے لگے،[۱]

"سارا سین" کا اطلاق قدیم رومی (لاطینی) لوگ اسکو عرب آباد ان کے باشندون کے لئے استعمال کرتے تھے، اور زمانۂ وسطیٰ مین محض عربون پر اس کا اطلاق ہوتا تھا، قدیم رومی اور یونانی رومن امپائر کی حدود شام پر بسنے والے صحرائی قبائل کو سارا سین کہتے تھے، جو مصر سے لیکر فرات تک سلطنت روم کی سرحد پر تاخت و تاراج کیا کرتے تھے،[۲] اور بعد از اسلام تمام عربون کے لئے یہ نام مخصوص ہو گیا اور اسکو یہان تک وسعت دیگئی کہ ترک مسلمان اور وہ غیر عیسائی قومین جنکے خلاف صلیبی جہاد کی ترغیب دیگئی تھی اس دائرہ مین آگئین،[۳] بعد کو تمام پیروان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

[۱] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام جلد ۴ ص ۱۵۵

[۲] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۱ ص ۲۰۴

[۳] سنچری ڈکشنری از ولیم ڈوائٹ وٹنی جلد ہفتم ص ۵۲۴۱

پر اس کا اطلاق ہونے لگا، اور اسکو نہ صرف عربون تک ہی محدود رکھا گیا، بلکہ ترکون اور تمام مسلمان قومون کیلئے بھی اس کا استعمال کیا گیا[1]،

ازمنۂ وسطی مین ان مسلمانون کو سارا سین کہتے تھے، جو مجاہدین صلیب کے مخالف ہوتے تھے[2]،

ایک عیسائی مؤرخ کا بیان ہے کہ سارا سین وہ نام ہے جو ہر عیسائی کو خوف اور نفرت کے ساتھ لینا سکھایا گیا ہے[3]،

سارا سین کا اصلی مسکن

یونانی اور رومی مؤرخین کے مندرجۂ بالا بیانات پر اعتماد کیا جائے تو ہمین ان سارا سین کا اصلی مسکن جزیرہ نمائے سینا مین، جو قدیم ترین زمانہ سے عرب کا مسکن ہے مصری سرحد پر اور نبطیون کے گرد و نواح مین تلاش کرنا چاہیے، ریورنڈ فارسٹر کی رائے مین سارا سین کا مسکن جبل السراۃ ہے، (جسکو وہ ملک سارہ سمجھتے ہین، جس کا بڑا شہر عیال سارہ" (یا بنو سارہ) یمن کے ایک شہر یا علاقہ کا نام ہے جو بنی یام کے جنوب مین واقع ہے[4]، یہ بھی فارسٹر کی عجیب جدت ہے کہ وہ السراۃ کو سارہ (زوجۂ حضرت ابراہیمؑ) سے مشتق بتاتا ہے حالانکہ عربی مین چوپایون کی اٹھی ہوئی پیٹھ کو سراۃ کہتے ہین، اور اسی مناسبت سے اس پہاڑ کو بھی السراۃ کہا جاتا ہے[5]، ورنہ اصل مین اس پہاڑ کا نام حجاز ہے، جو بقول ہمدانی ایک پورا کوہستانی سلسلہ ہے جو اقصائے یمن سے شام تک پھیلا ہوا ہے[6]،

بطلیموس نے سارا سین کا مسکن وہ ملک بتایا ہے جو بڑے سینائی سلسلۂ کوہ کے مغرب مین واقع اور جودی کے جنوبی حدود تک پہنچتا ہے، تیسری صدی عیسوی مین یوسیفوس نے بھی سارا سین کا یہی مسکن بتایا ہے[7]،

[1] ہیوجز ڈکشنری آف اسلام ص ۵۶۴ تا ۵۶۵، [2] ویبسٹر ڈکشنری جلد ۲، ص ۱۲۷۶، [3] رومن امپائر از گبن جلد ۵ ص ۴۴۴۔۴۴۶، مطبوعہ ۱۸۹۸ء، [4] قدیم جغرافیہ عرب جلد ۲ ص ۲۷، [5] مروج الذہب (برحاشیہ مقری) ج ۲ ص ۱۹۸، معجم البلدان ج ۵ ص ۸۰، [6] فارسٹر ج ۲ ص ۲۰۰۔۲۰۱،

سارا سین کا تلفظ، مختلف السنۂ یورپ مین

یورپ کی مختلف زبانون مین اس کا تلفظ مختلف طور پر ہوتا ہے، چنانچہ اسکی تمام صورتین ذیل مین درج کی جاتی ہین[1]،

(۱) قدیم انگریزی مین Saracen, Sarazyn, Sarayoyne

(۲) قدیم فرنچ مین Saracin, Sarracin, Sarrazin, Sarracen, Sarrasin,

(۳) اسپینی مین Saraceno

(۴) پرتگیزی مین Sarraceus

(۵) اطالوی مین Saracino

(۶) جرمنی مین Saracene

(۷) قدیم لاطینی مین Saraceni جمع Saracenus

بمعنی باشندگان عرب آبادان،

(۸) یونانی مین Eapakyvoa

سارا سین کی اصلیت کی نسبت مؤرخین یورپ کا اختلاف

مندرجۂ بالا بیانات سے معلوم ہوگا کہ یہ نام دراصل یونانیون اور رومیون نے عربون کے لئے وضع کیا ہے، اس لئے ظاہر ہے کہ یہ نام یا تو رومی زبان کا ہوگا یا یونانی، لیکن اسکی اصلیت اختلافات کے حجاب مین اسقدر مستور ہو گئی ہے، کہ اب تک اس کا فیصلہ نہین ہو سکا، کہ یہ لفظ کونسی زبان کا ہے نیز یہ کہ خود عربون نے اپنا یہ نام رکھ لیا ہے، یا دوسری قوم نے انھین اس نام سے پکارا ہے،

ایک انگریز مؤرخ رابرٹ ڈی اینڈرسن لکھتا ہے:۔

"لفظ سارا سین عربون نے خود اپنے لئے وضع کیا ہے، جس کے معنی بدوؤن (باشندگان صحرا) کے ہین"[2]

تاریخ گبن کا محقق محشی اور مرتب بھی اس بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے کہ یہ نام غیرون (غیر عرب)

[1] سنیچری ڈکشنری [2] مشرق کی نابود شدہ تہذیب ص ۱۳۱،

کا دیا ہوا ہے[1] لیکن یہ خیال صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر خود عربون نے اپنے لئے یہ نام مقرر کیا ہوتا تو ان کی تصانیف مین اسکا ذکر ضرور آتا، لیکن جہان تک تفحص کیا گیا عربی کے قدیم سے قدیم مورخون کے ہان بھی یہ نام کسی صورت مین نہین پایا گیا، اس لئے جیسا کہ اکثر محققین یورپ کا خیال ہے یہ نام رومیون اور یونانیون نے اہل عرب کیلئے استعمال کیا ہے، چنانچہ نیلسن لکھتا ہے:

"یہ نام عام طور پر یونانی اور لاطینی ان عربون کے لئے استعمال کرتے تھے، جو صحرائے شام کی حدود پر سکونت پذیر تھے اور بعد کو ازمنۂ وسطیٰ کے مصنفین یورپ انکو مسلمان اعدا کے لئے (خصوصاً وہ لوگ جن سے ممالک یورپ مین انکو سابقہ پڑا تھا) استعمال کرتے تھے[2]"

سارا سین کی اصلیت اور معنی کی نسبت جو شدید اختلاف پایا جاتا ہے، اسکی نسبت گبن لکھتا ہے کہ ابتک اس لفظ کی جتنی تشریحات پیش کی گئی ہین، وہ سب کی سب اطمینان بخش نہین ہین[3]۔

اسی طرح ایک اور محقق نے بھی گبن کی تائید ان الفاظ مین کی ہے:۔

"اب تک اس وجہ کی کوئی معقول اور اطمینان بخش تشریح نہین کیگئی کہ آخر رومیون نے سرحدی عربونکو سارا سین کیون کہا[4]"

مشہور مستشرق ڈاکٹر پوکاک کا بھی یہی خیال ہے جو لکھتا ہے کہ:۔

"ہمارے مصنفین نے اب تک اس موضوع پر جو کچھ لکھا ہے اس مین مجھے کوئی اطمینان بخش وجہ اس بات کی معلوم نہین ہوتی کہ وہ لوگ جو پہلے عرب کہلاتے تھے، بعد کو سارا سین کیون کہلانے لگے[5]"

---

[1] رومن ایمپائر، ج ۵ ص ۴۴۴ کا نوٹ، [2] نیلسن کی انسائیکلوپیڈیا، ج ۲۰ ص ۱۴۴، [3] رومن ایمپائر، [4] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا ج ۲۱ ص ۴۰۳ طبع نہم، [5] خطبات احمدیہ (انگریزی) طبع لندن ص ۱۱۴،

محققین یورپ کے ان بیانات سے معلوم ہوگا کہ سارا سین کی نسبت اب تک جو نظریات و آرا قائم کی گئی ہین، وہ سب کی سب بیش پا افتادہ اور ناقابل قبول ہین چنانچہ ذیل مین ہم علمائے مغرب کی ان تمام آرار کو نقل کرتے ہین:۔

(۱) مؤرخ گبن لکھتا ہے:۔

"یہ نام بطلیموس اور پلینی نے محدود اور امیانوس اور پروکوپیس نے وسیع معنون مین استعمال کیا ہے، اس کا اشتقاق مضحکہ انگیز طور پر سارہ حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کی بیوی سے، گمنام طور پر قریہ سرکہ سے اور صحیح طور پر عربی الفاظ سے بتایا جاتا ہے، جس کے معنی چوری یا مشرقی سکونت کے ہوتے ہین، تاہم اس آخری اور زیادہ مشہور اشتقاق کی بطلیموس سے تردید ہوجاتی ہے، جو صاف طور پر سارا سین کی مغربی اور جنوبی سکونت کو بتاتا ہے کہ اسوقت یہ ایک گمنام قبیلہ حدود مصر پر سکونت پذیر تھا، لہذا اس نام سے کسی قومی خصوصیت کی طرف اشارہ نہین ہو سکتا، اور چونکہ غیر ون نے یہ نام ان کیلئے مقرر کیا ہے اس لئے بجائے عربی کے اسکو کسی غیر زبان مین تلاش کرنا چاہئے[1]"

گبن کے اس نوٹ پر ریورنڈ فارسٹر نے بڑی سخت نکتہ چینی کی ہے، اور مذہبی جوش و عصبیت کے ساتھ اسکی تردید مین ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے، چنانچہ جس شد و مد سے وہ گبن پر حملہ آور ہوا ہے وہ سطور ذیل سے معلوم ہوگا:۔

"اپنے اس حاشیہ مین گبن نے جو معلومات اور نتائج اخذ کیے ہین وہ تمام تر پوکاک (تاریخ عرب ص ۳۵، ۳۶) سے اس نے اخذ کئے ہین، اور مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس موقعہ پر اس نے اپنے الحاد کو ایک بڑے نام کے پردہ مین چھپایا ہے، جبکہ اس قسم کا کوئی جملہ محض خود ساختہ سند کی بنا پر لکھدیا جائے تو یقیناً ہمین یہ حق حاصل ہوگا کہ ہم اسکی وجوہات معلوم کرین، خوش قسمتی سے مین اسی رائے سے متفق ہون

---

[1] رومن امپائر ج ۵ ص ۲۴۴ کا حاشیہ،

جو مودود قرار دی گئی ہو، لیکن اس کے لئے مین اپنی وجوہات (جو ڈاکٹر یوپ کا کی بتا سکا ہے اور نہ گبن)

ضرور پیش کرون گا،

"اس تدلیس آمیز حاشیہ کا لب ولہجہ اس کے لکھنے والے کے مافی الضمیر کو ظاہر کرتا ہو، یہ فقرہ کہ حضرت ابراہیم کی بیوی سارہ سے مضحکہ انگیز طور پر اس کا اشتقاق بتایا گیا ہو، حسب دستور اس اضطراب اور کینہ توز بغض وعناد کا پتہ دیتا ہے، جس سے زوال روما کا مصنف ہر اس چیز کو دیکھنے کا عادی ہے جسکو ذرا بھی مذہب سماوی کے اعتبار و استناد سے دور ترین تعلق ہو"

ریورنڈ موصوف نے اسی پر اکتفا نہین کیا بلکہ گبن کے ساتھ کتبخانۂ ویٹکن (روم) کے ناظم اسیمن (Asseman) کو بھی لے ڈالا ہے، جس نے گبن کی تائید کی ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"اپنی اس رائے کے معاملہ مین اس مقام پر بعض عیسائی محققین کی تائید بھی گبن کو حاصل ہو، چنانچہ فاضل اسیمن رقمطراز ہو:-

"لفظ سارا سین کے اشتقاق کی نسبت مصنفین متفق نہین ہین، بعض اسکو سارہ زوجہ حضرت ابراہیم ع سے مشتق بتاتے ہین مگر عرب لوگ سارہ کی نہین بلکہ ہاجرہ اور اسمٰعیل ع کی اولاد مین سے ہونے کے مدعی ہین، اگر یہ سارہ سے مشتق ہوتا تو چاہیے تھا کہ سارائین (Saraaen) یا سارائیت ن (Saraee) ہوتا، مگر سارتیائی (Saritae) ایک عرب قبیلہ ہے، جسکو بطلیموس عرب آباد مین بتاتا ہو، منسوب بہ سارہ نہین بلکہ منسوب بہ سارخ (سرکہ) ہو، چنانچہ دونون لفظون کے اجزا ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہین"

یہ بتانے کے بعد کہ اسیمن نے اپنی تشفی کے لئے آسانی سے سارہ کا اشتقاق اڑا دیا ہے، فارسٹر نے اسیمن کا نظریہ ممکن التاویل پیش کیا ہو جسکا خلاصہ یہ ہے کہ

(۱) سرکہ کے باشندون کو بزنطینی مورخ اصطفانوس نے صاف طور پر سارا سین لکھا ہو،

(۲) کسی شہر سے اس کے باشندون کو منسوب کرنے کا یہ طریقہ عربون کے مسلمہ دستور کے عین مطابق ہو،

(۳) ریورنڈ فارسٹر نے گبن اور اسیمن کی تردید کرتے ہوئے سارا سین کی اصلیت پر بڑی کاوش کے ساتھ بسیط بحث کی ہے، جو تقریباً ۳۰ سے زائد صفحات پر تمام ہوئی ہے اس مفصل اور طول طویل بحث مین اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ وہی بنو سارہ ہین جنکو رومیون اور یونانیون نے سارا سین کہا ہے، اور بتایا ہے کہ سرکہ، سرتیائی (السراۃ ؟) اور سارا سینی سے انکی نسبت حضرت سارہ ہی کے نام کی بنا پر ہے، چنانچہ اپنی دلائل کو سمیٹتے ہوئے وہ لکھتا ہے:-

"چنانچہ اب سارا سین کے نام کی اصلیت کا سراغ سارہ حضرت ابراہیم کی بیوی سے ایسی متعدد و مسلسل اور متواتر شہادتون کی بنا پر لگایا گیا ہے، کہ خالص اور مقدس تاریخ، قدیم وجدید جغرافیا وقدیم اور مشرقی علم الاشتقاق سب کی روشنی اس پر ڈالی جاچکی ہے، رہے یہ نام جبل سارہ اور ملک سارہ جنھین عہد مکابیین کے یہود آدومیون کے شمالی مسکن کے طور پر بخوبی جانتے تھے، ان کی آواز بازگشت اب انتہائی جنوب سے الراۃ یمن کی بدولت السراۃ اور عیال سارہ مین گونج رہی ہے پھر یہ تمامتر مستقل سندات قدیم مصنفین کی پیش کردہ شہادتون سے بالکل متفق ہین جنکے سرکہ، سرتیائی، اور سارا سینی کو وہ فوراً شناخت کرکے انکی تشریح کردیتی ہین،

"ہاجرہ سے ہجر ہین، قطورہ سے قطورہ ہین کے تمثیلی قیاسات جو سرتیائی اور سارا سینی کے سارہ سے مشتق ہونے کے پیشگی امکان کو صاف ظاہر کررہے ہین، اس قدر متعدد شہادتون اور حقائق کثیرہ سے ثابت ہین کہ مین بغیر کوئی قیاس کئے اس امر مین دوسرون کے فیصلہ کو پیشگی قیاس کرکے خیال کرتا ہون کہ اب یہ سوال بخوبی طے ہوچکا ہے"[1]

---

[1] عرب کا جغرافیہ قدیم ج ۲ ص ۲۹،

ریورنڈ موصوف کے طویل الذیل دلائل اور بلند بانگ دعاوی کی بنا پر تھوڑی دیر کے لیے اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ وہی بنو سارہ تھے جنکو سارا سین کہا گیا ہے تو اسین کے اس سوال کا کیا جواب ہے کہ عرب حضرت ہاجرہ کی اولاد سے ہونے کے مدعی ہین، نہ کہ حضرت سارہ کی، نیز اگر یہ سارہ سے مشتق ہوتے تو چاہیے تھا کہ سارائیت یا سارائین کہے جاتے، مگر سارا سین کہنے کی کوئی وجہ انھون نے نہین بتائی، نہ ہی اس لفظ کے معنی سے انھون نے کوئی بحث کی ہے،

(۳) مستشرق **پوکاک** اپنی تاریخ عرب (لاطینی) مین رقمطراز ہے:۔

"جن لوگون نے کہ اس نام کو سارہ سے مشتق کیا ہے ان کی رائے کی کما حقہ تردید ہوگئی ہے، اب عموماً یہ گمان ہے کہ یہ نام سرق (چوری) سے نکلا ہے، جس سے ایک وحشی اور لٹیری قوم سے صریح مراد ہے، مگر یہ نام ان کو کہان سے ملا؟ اس مین کچھ شبہ نہین ہے کہ یہ نام خود انھین کے ہان سے نہین شروع ہوا ہوگا بلکہ کسی اور قوم کی زبان سے یہ لفظ لیا گیا ہے، کیونکہ عرب ایسے نام کو جو موجب رسوائی اور ذلت کا ہے اپنے لئے کب گوارا کرتے؟ اب عالمون کو یہ تحقیق کرنا باقی ہے کہ آیا اُن لوگون کے نام کو جو عام طور پر اور علانیہ قزاقی اور رہزنی کے لئے مشہور ہین لفظ سرق سے مشتق کرنا جائز ہو سکتا ہے، جسکے معنی خفیہ چوری کرنے کے ہین، یا نہین، اب اگر کوئی "سراسین" کی تحقیق مین میری تبعیت کرنا چاہے تو اسکو اپنی آنکھین شرق کی طرف کھولنی چاہئین کس واسطے کہ "سراسین" اور "سراسی نٹ" کی آواز مین "شرقی" اور اسکی جمع شرقیون اور شرقیین کی نسبت کیا فرق ہوگا، جسکے معنی اہل الشرق یعنی باشندگان شرقی کے ہین"[۱]

آگے چلکر پوکاک لکھتا ہے کہ یہ لفظ شرک سے بھی مشتق ہو سکتا ہے، جس کے معنی مشرکین (بت پرستون) کے ہین کہ وہ (عرب) خدا کے ساتھ دوسرون کو شریک کیا کرتے تھے،[۲]

(۴) جرمنی کا نامور مستشرق پروفیسر **نولدکے** لکھتا ہے:۔

[۱] خطبات احمدیہ مصنفہ سرسید احمد خان مرحوم (اردو) ص ۵، ۲۰۴، مطبوعہ علی گڈہ [۲] ایضاً ص ۱۷۶،

بطلیموس (۵، ۱۷، ۳) نے سراسین (یا سرکین) نامی ایک ضلع کا ذکر کیا ہے جو جزیرہ نمائے سینا مین واقع ہے، اس علاقہ کے باشندون نے جو عربی روایت مین بالکل غیر معلوم ہین، اپنے نواح کے رومی صوبجات مین اپنے تئین مجرمانہ حیثیت سے مشہور کر لیا ہوگا، یہ تو بمشکل خیال کیا جا سکتا ہے کہ مسافرون کے قافلون کو لوٹ مار کرنے یا اُن سے بھاری قیمتین ٹیکس کے طور پر وصول کرنے کے سوا کوئی اور طریقہ انھون نے استعمال کیا ہوگا، اس طرح اس خطہ ملک مین تمام بدوی سراسین کہلانے لگے جنکو آرامی زبان مین سرکایہ "(SARAKAJA)" کہتے ہین، انکے معنی کچھ اچھے نہین ہین[۱]،

فاضل مستشرق نے اسکو آرامی زبان کا لفظ تو بتا دیا مگر اس کے معنی کی تصریح نہین کی، غالباً وہ اسقدر فحش اور غیر مہذب تو نہ ہوگا، کہ جسکا ذکر تک کرنا انھون نے مناسب نہین سمجھا،

(۵) انسائکلوپیڈیا برٹانیکا کا مضمون نگار لکھتا ہے:۔

"یہ ماننا بالکل فطری امر ہوگا کہ انھون نے کسی قبیلہ یا قوم کا نام اختیار کر لیا اور اسکو وسیع معنون مین استعمال کرنے لگے، جیسا کہ شامی لوگ ان تمام بدویون کو جو شمال مین رہتے تھے، قبیلہ طے کہا کرتے تھے،

اس لفظ کا اشتقاق لفظ شرقی سے قابل قبول نہین ہے، اسپرنگر کی رائے ہے کہ یہ لفظ غالباً شرکا (ALLIES) ہوگا"[۲]

(۶) طامس ہیوجز لکھتا ہے:۔

"اس لفظ کی اصلیت بہت غیر متحقق ہے، لفظ سارا سینو کو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وفات سے بہت پہلے بطلیموس اور پلینی، امیانوس اور پروکوپیوس نے بعض شرقی قبائل کے لئے استعمال کیا ہے"

[۱] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ ج ۸، ص ۱۱ [۲] ج ۲، ص ۲۰۲

"بعض ماہرین اشتقاق نے اس کی اصل عربی لفظ شرق بتائی ہے (ایڈورڈ ڈکشنری) بعض نے صحرا (ریسواگبن کا خیال ہے کہ یہ عربی لفظ سرق سے مشتق ہوگا، اور بعض کا خیال تو یہان تک ہے کہ سارۃ سے مشتق ہوگا۔"[1]

(۷) محقق نیلسن اپنی دائرۃ المعارف مین لکھتا ہے:-

"اس لفظ کی اصلیت نامعلوم ہے، عربی کے علما مستشرقین مثلاً ولیم رابرٹسن اسمتھ نے لفظ "شرقی" سے اس کے اشتقاق کو غلط بتایا ہے۔"[2]

(۸) سر سید امیر علی (مرحوم) فرماتے ہین:-

"(بقول رینادو) ان لوگون کو جو اس وسیع خطۂ ملک مین رہتے تھے، خصوصاً اس صحرا مین جو فرات کے مغرب مین ہے، بھٹکتے پھرتے تھے، یونانیون اور رومیون نے سارا سینی کہا ہے اور یہ وہی نام ہے جس سے وہ مغرب مین اسوقت پکارے جاتے تھے جبکہ وہ دنیا کو فتح کرنے کیلئے اپنے گھرون سے نکلے، خیال کیا جاتا ہے کہ لفظ سارا سین کا اشتقاق یا تو صحرا نشین ہے یا شرقیین کہ عربی مین شرق مشرق کو کہتے ہین"[3]

یہ ہے خلاصہ اُن مغربی تحقیقات کا جو اہل یورپ کی تواریخ و تصانیف مین پائی جاتی ہین، اور اس کا لب لباب یہ ہے کہ ایک گروہ اسکو عربی زبان کا لفظ مان کر سارقین (مشتق از سرق) شارکین (از شرک) شرکیین (از شرکت) شرقیین (از شرق) اور صحرا نشین خیال کرتا ہے، انہین سب سے عجیب اشتقاق نولدکی صاحب کا ہے جو اسکو ارامی زبان کا لفظ بتاتے ہوئے اسکے معنی کو چیا گئے ہین، دوسرا گروہ اسکو غیر زبان کا لفظ سمجھ کر سراکین (از سرکہ) سرتیائی (باشندگان السراۃ) اور سارا سین (منسوب بہ سارہ) خیال کرتا ہے؛ لیکن باین ہمہ کثرت دلائل و شواہد اس مسئلہ کا کوئی اطمینان بخش حل نہین ہوسکا، بلکہ ان مین سے اکثر کی تحقیقات تو نہایت غلط اور مضحکہ انگیز معلوم ہوتی ہین اور تاویل ما لا یرضیٰ بہ قائلہ کی مصداق ہین۔ ان مین سب

[1] ڈکشنری آف اسلام ص [illegible] [2] ج ۲۰ ص [illegible] [3] ہسٹری آف سارا سین ص [illegible] طبع جدید ۱۹۱۲ء

مین فارسٹر صاحب کا نظریہ یعنی کہ اس کا اشتقاق حضرت سارہ سے ایک حد تک صحیح معلوم ہوتا ہے، لیکن انکی تحقیقات کتنی ہی محکم اور ان کی شہادتین کیسی ہی وزنی اور معتبر کیون نہ ہون لیکن عربون کو سارا سین کہنے والون نے اس لفظ کو بنو سارہ یا اولاد سارہ ہی کے معنون مین استعمال کیا ہے اس کا کوئی بین ثبوت وہ نہین پیش کرسکے،

مسعودی کا بیان

عرب مورخین مین سے صرف مسعودی نے اس کا ذکر کیا ہے، اس نے اپنی کتاب **التنبیہ والاشراف** مین ہجرت نبوی سے لیکر ۳۴۵ھ تک سلاطین روم کی تاریخ پر ایک باب لکھا ہے جسمین روم کے ۳۸ وین بادشاہ نقفور بن اسبراق (المتوفی ۳۵۹ھ) کے ذکر مین بیان کیا ہے کہ اس نے اپنے عہدِ حکومت مین بعض باتون مین تغیر و تبدل کیا تھا اس سلسلہ مین مسعودی رقمطراز ہے:-

وانکر علی الروم تسمیتھم العرب سارقینو	اور اس نے اہل روم کو ممانعت کردی کہ وہ عربون کو
تفسیر ذالک عبید سارہ طعناً منھم	سارا قینوس نہ کہین جسکے معنی غلام سارہ کے ہین، جو
علی ھاجر وابنھا اسماعیل انھا کانت	حضرت ہاجرہ اور ان کے بیٹے اسماعیل کو وہ طعناً
امۃ لسارۃ۔ وقال تسمیتھم عبید سارۃ	کہا کرتے تھے کیونکہ حضرت ہاجرہ سارہ کی کنیز تھین
کذب والروم الی ھذا الوقت تسمی	اور یہ بھی کہا کہ ان کو غلام سارہ کہنا جھوٹ ہے اور اہل
العرب سارقینوس[1]	روم اسوقت بھی عربون کو سارا قینوس کہتے ہین،

بات اصل یہ ہے کہ اہل یہود اہل عرب کو صحیح النسب نہین سمجھتے تھے کہ وہ حضرت سارہ کی لونڈی حضرت ہاجرہ کے بطن سے تھے، اور اس لئے ان کو غلام سارہ کہا کرتے تھے، لفظ سارا سین اسی حقارت آمیز طعن کی یادگار ہے اور اس نسلی و مذہبی تعصب کو ظاہر کررہا ہے جو یہود کو عربون کے ساتھ تھا،

یہود بنی اسماعیل کی ہمیشہ حقارت کرتے تھے اور ضد و عداوت سے ایسی باتین جن سے بنی اسماعیل بہ نسبت بنی اسرائیل کے حقیر سمجھے جائین منسوب کرتے تھے اور اسی خیال سے ان لوگون نے غلط طور پر توریت مقدس

[1] التنبیہ والاشراف ص ۱۷۰ مطبوعہ یورپ۔

بھی حضرت ہاجرہ کے لونڈی ہونے پر استدلال کیا ہے، مگر وہ استدلال سرتاپا غلط اور بالکل تحریف ہی چنانچہ علماے اسلام نے اسکی بخوبی تردید کردی ہے، اسی موروثی اور نسلی تعصب کی بناپر بنی اسرائیل عربون کو جو بنی اسماعیل تھے غلام سارہ یا کنیز زادہ کہتے تھے، بعض مورخین یورپ کا خیال ہے کہ یہ سارا سین دراصل حضرت سارہ کے بطن سے ضرور تھے گر وہ حضرت ابراہیم کی نسل سے نہین تھے، اوراس لئے ان کا خون خالص نہ تھا[1]، بہرحال اس لفظ سے یہود کے گہرے بغض وعناد کا پتہ چلتا ہی جو وہ عربون کے ساتھ رکھتے تھے، اس لئے بہت ممکن ہی کہ رومیون اور یونانیون نے بھی یہ لفظ انھی سے بعینہ یا ترجمہ کرکے لیا ہو اور صلیبیون کے ذریعہ اسکو ممالک مغربیہ میں پہنچایا ہو،

ابن بطوطہ کا بیان

قبل از اسلام اور اس کے بعد بھی زمانہ دراز تک اہل روم عرب مسلمانون کو سارا سین یا سارا سینوس کہا کرتے تھے جیسا کہ مسعودی نے لکہا ہے کہ وہ اس کے عہد یعنی چوتھی صدی تک اسی نام سے پکارے جاتے تھے، مشہور سیاح ابن بطوطہ کے بیان سے تو یہانتک معلوم ہوتا ہے کہ آٹھوین صدی کے وسط تک بھی اہل روم مسلمان عربون کو سارا سین کہتے تھے، چنانچہ وہ اپنے سفرنامہ مین لکھتا ہے،:-

ولما وصلنا الباب الاول من ابواب	جب ہم قصر شاہی کے پہلے پھاٹک پر پہونچے تو وہان
قصر الملک وجدنا بہ مائۃ رجل	سونتری اپنے سپہ سالار کے ساتھ کھڑے تھے اور اپس
معہم قائد لہم فوق دکانۃ و	مین کہہ رہے تھے، سراکنو! سراکنو! جس کے معنی ہین
سمعتہم یقولون سراکنو سراکنو	مسلمان"
ومعناہ المسلمین[2]	

---

[1] ہسٹری آف سویلیزیشن از طامس بکل ج ۱ ص ۲۱۲ .

[2] [illegible] الاسفار ج ۲ ص [illegible] مصر

یوروپی الفاظ واعلام کا اردو املا،

از

جناب محمد حمید اللہ صاحب عثمانیہ حیدرآباد،

"معاشرتی حیوان" کے "امتداد احتیاج" ہونے کے نتائج بھی کتنے حیرت انگیز ہین، مثال کے طور پر "خط" ہی لیجئے، عبرانی وعربی، یونانی ولاطینی سب کا خط شروع مین ایک ہی تھا، اور دوآبہ دجلہ وفرات سے ایک طرف یونان کی راہ یورپ مین اس کا رواج ہوتا ہی، تو دوسری طرف، عرب، ایران، ہندوستان بلکہ منچوریا تک تا این دم اسی کا دوردورہ ہی، اس فینیقی خط نے مختلف ملکون مین جاکر مختلف شکل وصورت کرلی، مثلاً چین مین چینی کے اثر سے منچوری خط اوپر سے نیچے لکھا جانے لگا ہی، اسی طرح یورپ مین یہ خط کچھ دنون دائین سے بائین لکھے جانے کے بعد جب یونانی اور لاطینی خط کی شکل مین آیا تو الٹا لکھا جانے لگا،—— آج ان سب خطون مین اتنی باہمی بیگانگی ہو کہ ان کی ہمشیرگی تو کیا، کوئی دور کا رشتہ بتانا بھی مشکل ہی،

ہمین اس کی زیادہ پرواہ نہین ہوتی لیکن جدید طرز تعلیم سے یوروپی زبانون کے الفاظ و اعلام تیزی سے اردو مین آرہے ہین، الفاظ کو تو اردو اپنے سانچے مین ڈھال کر اپنا لیتی ہی، مگر اسماء اعلام کے لکھنے مین جب تک کوئی سائنٹفک اصول مقرر و مروج نہ ہون، مراجعے مین دقت رہیگی،

یہ صحیح ہے کہ لہجے اور آواز کی مکمل صحت تحریر مین آہی نہین سکتی، اہل زبان سے سننا اور طویل مشق کرنا ہی اجنبیون کو اس پر حاوی کرسکتا ہی، تاہم اس مختصر مضمون مین اس بات کی کوشش کی گئی ہی، کہ فرانسیسی، جرمن اور ترکی حروف تہجی اور املا کے متعلق چند ضروری امور پیش کئے جائیں جن سے بہت کچھ صحیح تلفظ معلوم کیا جاسکتا ہی، اور اردو مین ان الفاظ کو لکھتے وقت صحت سے قریب تر رہ سکتے ہین،

مگر اردو مین کافی اعراب نہین ہین اور نہ بدقسمتی سے باوجود تلاش کے کوئی مسلمہ چارٹ مل سکا، انجمن ترقی اردو کا اعراب جہان تک ممکن تھا پایا گیا ہے، مگر اسمین بھی نازک فرق تو کیا بعض موٹی موٹی چیزین تک نہین، مثلاً انجمن ترقی اردو نے (وُہ، اُس) دونون پر ایک ہی طرح کا پیش لگایا ہو حالانکہ "وہ" مین پیش مجہول ہو، اور "اُس" مین پیش معروف،

مجبوراً اور ناچار خود ہمین اپنا ایک مستقل چارٹ بیان دینا پڑتا ہو جس کی خوبی یا ہمہ گیری کا تو دعویٰ نہین لیکن چونکہ اس مضمون مین شروع سے آخر تک وہی اعراب برتا گیا ہو، اس لئے اس کا مطالعہ ناگزیر ہے،

تختۂ اعراب اردو،

شمار	اعراب یا علامت	تلفظ	نام	مثالین
۱	ـَ	اَ	زبر معروف	جَب، اَب،
۲	آ	آ	الف ممدودہ	آپ، مآل (تلفظ = مَ آل)،
۳	ـٰ	دیکھئے مثال	زبر مجہول	خالص انگریزی اعراب جو زبر معروف اور زیر مجہول کے بین بین ہوتا ہو جیسے AT (= اَٹ) AM (اَم)
۴	سیدھا پیش الف[1]	"	یائے موتلف	یہ بھی انگریزی اعراب ہو جو الف ممدودہ اور یائے مجہول کے بین بین ہوتا ہو جیسے CHAMBERLAIN (چیم برلین)

[1] واو اور یے پر الف لکھنا نہ معلوم کس حد تک قبولیت حاصل کریگا خاص کر جب کہ قرآن مجید مین اس علامت سے مراد یہ ہوتی ہو کہ صرف الف پڑھا جائے گو ہم یہان اردو املاء سے بحث کر رہے ہین لیکن اردو دانون کے سامنے مین آنے والی سب چیزون کا لحاظ رکھنا چاہئے، اس سے بہتر تجویز ہونے تک غالباً اس سے کام نکالا جا سکتا ہو،

واؤ مثنات تحتانیہ (ۏ) کے متعلق ایسی کوئی دقت نہین،

شمار	اعراب یا علامت	تلفظ	نام	مثالین
۵	ـِ	اِ	زیر معروف	جِس، اِنسان،
۶	ـِید، ی	اِی	یائے معروف	بِیس، دِی،
۷	ـُ	اُ	پیش معروف	شُشْشَہ، اُس
۸	ـُو، و	اُو	واو معروف	شُوخ، دُونبے،
۹	ـٖ	اٖ	زیر مجہول	کٖہ، بِہہ
۱۰	ے	اے	یائے مجہول	دے، بیرے (ئے رے)
۱۱	ـٗ[1]	اٗ	پیش مجہول	وٗہ، دٗہنا (دودکا)
۱۲	ـوٗ	اوٗ	واو مجہول	دٗو (۲)، لوٗ (لینا سے)
۱۳	وٓ (واو پر الف[1])	دیکھئے مثال	واو موتلف	یہ آواز الف ممدودہ: (آ) اور واو مجہول: (اوٗ) کے بین بین ہو، جیسے انگریزی FOR (فوٓر)
۱۴	سِیو (واو کے نیچے دو نقطے[1])	"	؟	یائے معروف (اِی) اور واو معروف (اُو) کے بین بین آواز، اسکے ادا کرنیکا آسان طریقہ یہ ہو کہ ہونٹ اسطرح رکھین گویا کہ واو معروف (اُو) ادا کر رہے ہین اور نکالین یائے معروف (اِی) کی آواز، یہ فرانسیسی مین بہت عام ہو، جیسے DU (دیو) ILLUSTRE (الوس ترا)

[1] یہان اتنی توضیح اور ضروری ہو کہ بعض چیزون کے اختیار کرنے کی وجہ بتائی جائے، انجمن ترقی اردو واو معروف پر الٹا پیش (ٗ) لگاتی ہو، مگر یہ غیر ضروری اضافہ اعراب ہے، معمولی پیش معروف واو سے پہلے کے حرف پر لگانا کافی ہو، اسی طرح بعض حلقون مین یائے معروف کے نقطون کے نیچے سیدھی لکیر کھینچی جاتی ہو، (= یـ) یہان بھی یے کے پہلے کے حرف پر زیر معروف لگانا کافی ہو،

اگر نون غنہ لفظ کے آخر مین ہونے کی صورت مین بے نقطے کے لکھنا عام طور سے رائج نہ ہوتا تو کبھی اس کے لئے دو صورتین (یعنی وسط مین ہو تو نقطے پر الٹا جزم اور آخر مین بغیر نقطے کے نون) ہم پسند نہ کرتے، (دیکھئے ص ۱۰۵ حاشیہ نمبر ۱)

نمبر	اعراب یا علامت	تلفظ	نام	مثالین
۱۵	ــّــ ً			جزم تشدید اور تنوین سے اردو دان اچھی طرح واقف ہین، مثلاً مُستقبلاً (تلفظ: مُس تَ قبِ لَن)
۱۶	ں ـںـ	ں	نون غنہ	نون غنہ آخر مین آئے تو بے نقطے کے، اور وسط مین ہو تو اسکے جزم کیساتھ لکھا جاتا ہی، جیسے (مانگ)
۱۷	ڤ	انگریزی V ق اور و کے بین بین آواز	؟	یہ حرف مصری ہی اور (V) کے لئے برتا جا رہا ہی، ہم نے بھی وہی یہان درج کیا ہی،

فرانسیسی تلفظ،

فرانسیسی حروف تہجی وہی ہین جو انگریزی، البتہ شروع ہی سے یہ بات ذہن نشین رہے کہ فرانسیسی لفظ کے آخر مین اگر کوئی حرف صحیح (Y, U, O, I, E, A, کے سوئے دیگر حروف مین کوئی باستثنائے (N, M) ہو تو ایسا حرف صحیح عموماً ساکت ہو جاتا ہی اور تلفظ مین نہین آتا، یہان ہم جملہ فرانسیسی حروف (مفرد و مرکب) کا تختہ پیش کرنا کافی سمجھتے ہین، اس سے زیادہ تفصیل کسی فرانسیسی آموز کتاب مین مل سکتی ہی جو بجز متعلم زبان فرانسیسی، اوروں کے لئے زیادہ دلچسپی کا موجب نہین ہو سکتی،

فرانسیسی حرف	اردو مرادف	انگریزی یا دیگر مرادف مع مثال	فرانسیسی مثالین مع اردو تلفظ
A	اَ ، آ	اردو زبر یا الف، جیسے اب، آپ	PARIS , AGASSIZ پاری آگاسی ALBUQUERQUE البوکیرکے
AI	اَے	اردو حرف ندا (اَے)	MAISTRE مَیس ٹر (مَیسٹر)
AU	اَو	انگریزی FOR مین O کی آواز جو الف ممدودہ اور واؤ مجہول کے بین بین ہی،	AUBRIOT MAUPAS اَوب ریو مَوپا
B	ب	انگریزی B	ABACO BART اباکو بار
C	ک	انگریزی K	FALCONET GARNOT فال کونے کارنو
CE CI CY Ç	س سی سی س	انگریزی S اور SI	AJACCIO - FRANCE اژاک سیئو فرانس FAÇADE فاساد (نوٹ: E کا تلفظ نیچے اسکی جگہ پر دیکھئے نیز آل کا تلفظ)
CH	ش کبھی کبھی ک:	انگریزی SH، کبھی کبھی انگریزی K جو عموماً یونانی لفظون مین ہوتا ہی	CHRISTOPHE CHARLES کریس توف شارل

فرانسیسی حرف	اردو مرادف	انگریزی یا دیگر مرادف مع مثال	فرانسیسی مثالین مع اردو تلفظ
D	د	انگریزی مین D کا تلفظ ڈال ہوتا ہی، فرنچ مین دال	DESCARTES دے کارتے MADAME مادام (اس نام کو مرکب سمجھنا چاہئے پہلا یس اسی لئے ساکت ہے)
DJ	ج	انگریزی ج (ج فرانسیسی مین جیسی) غیر فرانسیسی الفاظ کے لئے وضع کیا گیا ہے،	MADJADJ حجاج
E	×	محض ماقبل کے حرف صحیح کو ساکت نہ کرنے کے لئے،	AME آم FRANCE فرانس
ایضاً	اُ	انگریزی PUT مین یو کی آواز	ACHETER آشتے DE دُ LE لُ
ایضاً	اے	انگریزی FAIR مین آے آئی کی آواز	ALBERT آل بیر
É	اے	انگریزی SAY مین آے وآئی کی آواز	OPERA آوپے را ÉCOLE اے کول

فرانسیسی حرف	اردو مرادف	انگریزی یا دیگر مرادف مع مثال	فرانسیسی مثالین مع اردو تلفظ
Ê È	آے	یہ آواز اردو حرف ندائے کے قریب ہی، اگر الف پر معروف کی جگہ مجہول زبر ہوتا بہتر معلوم ہوتا ہے۔	MOLIÈRE مولی آیر
EAU	أو	انگریزی SO مین آو کی آواز	MIRABEAU میرابو RAMEAU رامو
F	ف	انگریزی F	FLÉCHIER فلے شیے
G	گ	انگریزی G	GARNIER گارنیے
GE GI GY	ژے ژی ژی	انگریزی pleasure مین یس کی آواز کیساتھ حروف علت لگائے جائین،	GIRARD ژیرار GYZEN ژی زاں GÉROME ژے روم (دیکھئے ژ کا تلفظ نیچے)
GN	گن	جی ساکت نہ ہوگا یہ صرف یونانی لفظون مین ہوتا ہی،	GNOME گنوم
-GN	نگی	ہندی آدھ نون غنہ کے بعد گاف اور یے کی آواز	CHAMPAIGNE-MIGNET شاں پانگیے مینگیے MONTAIGNE مونتانگیے (M کی آواز نیچے دیکھئے)

فرانسیسی حرف	اردو مرادف	انگریزی یا دیگر مرادف مع مثال	فرانسیسی مثالین مع اردو تلفظ
H ایضاً	ھ x	کبھی کبھی آواز دیتا ہی اکثر نہین دیتا	HACHETTE HÉBERT آشیت اے ہبر
I	ای	انگریزی آئی (I)	ISABEAU ایزابُو
IE	ای، اے	اگر آئی تلفظ ہوتا ہو کبھی کبھی اِے	
ILL	ای	اگر آئی کے بعد دو ل ہون تو محلول (...) ہوکر ساکت ہوجاتے ہین، البتہ انکے پہلے کی آئی کی آواز مشدد دیتے ہوجاتی ہے۔	FILLE, VERSAILLES فیّ قرسائیّ (مگر (VILLE) بمعنی شہر اور جو اس سے مرکب ہو وہان لام ملفوظ رہتا ہی یعنی ڤیل) (V (وی) کا مرادف اردو مین نہ ہونے سے معرّب ڤ اختیار کیا گیا ہے)
IN IM	این	یم اور ین دونون نون غنہ جس سے پہلے یائے مجہول	IMBRO GAPCIN INDE این برِو ۔ گارسین اینڈ
J	ژ	انگریزی Pleasure مین یس کی آواز	JE JAQUES JAQUOT ژ ژاک ژاکو JEANNE ژان
K L	ک ل	مثل انگریزی K اور L	KOLEA LE BON کولیا لُبُون (لی بُون) ست عام طور سے اردو مین لیبان لکھتے ہین)

فرانسیسی حرف	اردو مرادف	انگریزی یا دیگر مرادف مع مثال	فرانسیسی مثالین مع اردو تلفظ
M N	م، ں ن ۔ ں	یم اور ین کا تلفظ انگریزی کی طرح ہی، لیکن جب یہ (یم اور ین) لفظ کے آخر مین ہون تو باوجود حرف صحیح ہونیکے ساکت نہین ہوتے بلکہ ہر دو نون غنہ کی آواز دیتے ہین، لفظ کے وسط مین ہون تو بھی نون غنہ ہی متلفظ ہوتے ہین بجز اسکے کہ ان کے بعد کوئی حرف علت ہو چنانچہ انکے بعد حرف علت آئے تو یم میم کا اور ین نون کی آواز دیتا ہے	COMTE کونْت AMYOT آمیو BRIAND بریان AMBASSADE آن باساد
O	اُو	واو مجہول، مثل انگریزی FORE مین	BODIN COSSÉ COLOMB بُودین کوسے کولون
OI OÏ	اُوا اُوی	جیسے اردو، سوال مین ہی اور جب کبھی اُو کے بعد آئی الگ آواز رکھے تو امتیاز کے لئے اس پر دو نقطے دیتے ہین	ROI RESEVOIR POINCARÉ رُوا رےزرفوار پوان کارے
OU	اُو	جیسے انگریزی (moon) مین ڈبل اُو	BOURDONNAIS, OUVRAGE بُوردونے اُوڤراژ LOUVRE لُوڤر

فرانسیسی حرف	اردو مرادف	انگریزی یا دیگر مرادف مع مثال	فرانسیسی مثالین مع اردو تلفظ
P	پ	انگریزی P̄	NAPOLÉON PÉTAIN پے تین ناپولیون
PH	ف	انگریزی F̄	PARMANTIER PHILIPPE فلیپ پارمان تیے
Q	ک	انگریزی K̄	
AU	ک	انگریزی K	QUATREMÈRE کاترمیر
R	ر	اس کا فصیح تلفظ غ سمجھا جاتا ہے،	RENAN BONAPARTE بوناپارت رینان (رےنان)
S	س، ز	عام طور سے س حرف علت کے بعد اکثر ز تلفظ ہوتا ہے،	SÉDILLOT MADEMOISELLE مادموازیل سے دیو SOUFFLOT سوفلو
T	ت	اس کا تلفظ عربی ط کے قریب ہے	MARTIN TALLARD تالار مارتین
TCH	چ	خالص غیر فرانسیسی آواز ہے،	TCHÉCOSLOVAQUIE چے کوسلوفاکی (اسکا انگریزی املا (C.ZECH) کو عام طور غلطی سے زیکوسلواکیا پڑھا جاتا ہے صحیح چکوسلواکیا ہی)

فرانسیسی حرف	اردو مرادف	انگریزی یا دیگر مرادف مع مثال	فرانسیسی مثالین مع اردو تلفظ
TION TIALE	سیون سیال	انگریزی مین شن وغیرہ تلفظ ہوتا ہے فرنچ مین سیون وغیرہ	MARTIAL CREATION کریاسیون مارسیال (اس کا تی ساکت نہین ہے)
U	او	یہ سب سے مشکل آواز ہو جو اردو مین ہو نہ انگریزی مین، یہ او (واو معروف) اور ای (یائے مجہول) کے بین بین ہے اسکا مرادف اردو مین نیا حرف گڑھنا پڑا جو یہ ہے کہ واو کے نیچے دو نقطے دیئے جاتے ہین	JULES ژول DEUX DU دیو دو
V	ڤ	انگریزی وی (V) مصر مین اس کے لئے ف پر تین نقطے دیئے جاتے ہین، یہ آواز ف اور واو کے مابین ہے،	LOUVRE VERNET ڤیرنے لوڤر JULES VERNE ژول ڤیرن
W	و	انگریزی W̃	WATTEAU واتو
X	کس	انگریزی X̄	DUPLEIX دیوپ لیکس (مشہور فرانسیسی لغت پتی لاروس کے مطابق اس لفظ مین اکس ساکت نہین ہے، گو اردو مین عام طور پر ڈوپلے لکھا جاتا ہے)

فرانسیسی حروف	اردو مرادف	انگریزی یا دیگر مرادف مع مثال	فرانسیسی مثالین مع اردو تلفظ
Y	اِی	انگریزی آئی I	NYSSENS نیسان
Z	ز	انگری Z	ZOLA زوٗلا

آخر مین ایک بات لکھکر اسے ختم کیا جاتا ہی، فرانسیسی مین لفظ کے آخر حرف صحیح ہو تو ساکت ہوجاتا ہے، لیکن ایسے لفظ کے بعد جو لفظ شروع ہو اسکا پہلا حرف، حرف علت ہو تو دونون لفظون کا الحاق کرکے ساکت حرف کو بھی متلفظ کردیتے ہین جیسے (Arc - En. Barrois) کا تلفظ دار۔ کان، بارُوا) ہوگا، یا (Sont incontestables) کا تلفظ شون تین کوٗن تس تابل) ہوگا حالانکہ (سون، این کوٗن، تستابل) ہونا چاہئے تھا،

ایک تجویز: کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ساکت حرف کو بتانے کا بھی کبھی لحاظ رکھا جائے تاکہ مراجعے مین سہولت ہو مثلاً (Sot) اردو مین لکھتے وقت سوٗ لو (ت)، لکھا جایا کرے تاکہ معلوم ہو کہ کون سا حرف ساکت ہوا ہی،

جرمن تلفظ

فرانسیسی کے برخلاف جرمن مین عموماً کوئی حرف ساکت نہین ہوتا، جو لکھتے ہین وہی پڑھتے ہین مگر بعض حروف کا تلفظ انگریزی کے خلاف ہی، ذیل مین ضروری تفصیل دیجاتی ہی، پچھلا حصہ امیدسے بڑھکر طویل ہوگیا ہے، اس لئے یہان اختصار سے کام لیا جاتا ہی،

جرمن حروف	آواز	مثالین
A	اَ	ALBANIEN اَلبانِین
AA AH	آ	MAHL آل (الف طویل) AAR آر
Ä	اَے یہ حقیقت مین AE کا مخفف ہی	GRÄMEN گرے مِن
AI AY	آئی جیسے انگریزی SKY	KAISER کائی زر HAYSE ہائی زے
AU	آو جیسے House	BAUM باوم
ÄU	آے	HÄUSER ہاے زر
B	ب	BERLIN بیرلِن
CA CO CU	آے آو، او کے پہلے C کا تلفظ ک ہوتا ہے،	CATO کاتو
CÄ CE CI CÖ CÜ	ä, e, i, ö، ü کے پہلے C کا تلفظ تس ہوتا ہے،	CÄSAR تسے زار
CC	کتس (پہلے C کا تلفظ ک، دوسرے C کا تس) گو کبھی کبھی حرف ک کی بھی آواز ہوتا ہی،	ACCENT آکت سنت

جرمن حرف	آواز	مثالیں
CH	یونانی لفظوں کے شروع میں ک	CHARAKTER کاراک تر CHRIST کریست
CH	عربی ناموں میں ح	مثال دیکھئے "dach" میں نیچے
CH	a، o، u کے بعد ہمیشہ	AACHEN (آخن) SCHACHT (شاخت) MITWOCH (مِت ووخ)
C	خ	"w" کے لئے نیچے دیکھئے
CH	اور صوتوں میں ش	KIRCHE کِرشے
CHS	کس	OCHES (اوکسے) SACHSEN (زاک سن)
D	د اور کبھی کبھی ت	FRIEDRICH (فریدرِش)
DSCH	ج (خاص غیر جرمن)	CHADCHDSCHADSCH (حجاج) (CH = ح)
		DSCHAMAL دجال
E	اَ - اے	REGENSBURG (رے گنس بُرگ)
EE	اے (یَی نہیں)	KAFFEE (کفے) WALDSEE (فالدزے)
EH	اے	SEHR (زیر)
EI	آئی	HEIDELBERG (ہای دل بیرگ)
EY		HEYSE (ہای زے)
EU	آے	EUROPA (آے رُوپا)
F	ف	FRANKFORT (فرانک فورت)
G	گ	GITHORN (گِتھوزن)

جرمن حرف	آواز	مثالیں
H	ھ	HINDENBURG (ہِن دِن بورگ) HEINE (ہای نے)
I	سب کا تلفظ تقریباً	
IE		
IEH	اِی۔	
IH		
IE	کبھی اَیے	INDIEN (اِن دِین)
IG	اِش (ش کا تلفظ آخر میں)	LUDWIG (لُودوِش)
J	ی	JULIUS (یُولیوس)
K	مثل انگریزی ک	KOMPLIMENT (کومپ لی مینت)
L	ل	KNIE (کنی)
M	م	
N	ن	
O	اُو (واو مجہول)	POMERANIA (پُومے رانیا)
Ö	اے پیش مجہول کا بعد	GÖTHE (گے تے)
	یائے مجہول)	KÖNIG (کے نِش)
OH	اُو (واو مجہول)	BOHRER (بوُرر)
OO	کسی قدر طویل	BOOT (بوُت) (بوُوت نہیں)
P	پ	POSEN (پوُزن)
PH	ف	CHRISTOPH کرِس توف
Q	عربی ناموں میں ق	QADIR (قادر)
QU	کف (انگریزی KV)	QUELLE کُفلے،

جرمن حرف	آواز	مثالین
R	ر	BRANDENBURG (بران دن بُورگ)
S	س	WESTPHALIA ویسٹ فالیا (W کے لئے نیچے دیکھئے)
(حرف علت سے	پہلے یا بعد حرف علت ہو تو زِ تلفظ	SACHAW (زخاو)
S	کسی لفظ یا جزِ لفظ	ELENSBURG (اے لنس بُورگ)
ß	(سیلبل) کے آخر مین ہو تو س	MUß (مُوس)
SCH	ش	SCHILLER (شِلَر) SCHWEINFURT شوائن فورٹ
SP	شپ	SPANDAU (اشپانداو) EULENSPIEGEL (اے لنش پی گل)
ST	شت	EINSTEIN آئن شٹ تائن (یہ نام مرکب ہی ورنہ صرف لفظ کے شروع مین SP اور ST ہون تو ش تلفظ ہوتا ہے، وسط مین نہین)
T	ت	TAPIAU (تاپیاو)
TI	تسی	NATION (ناتسیون) PATIENT (پاتسینٹ)
TSCH	چ	DEUTSCHE ڈوئے چے
ß	تس	MÜßE مُتسے
U	اُو (واوِ معروف)	HAMBURG (ہام بُورگ)
Ü	اُے (زیر پیش حروف کے بعد یاے مجہول)	WÜRTEMBURG (ڤُرتیم بُورگ) (اردو مین ورٹم برگ لکھا جاتے ہین)

جرمن حرف	آواز	مثالین
UH	اُو	RUHR رُور
V	ف	VANDSBURG (فانڈس بُورگ) VON (فون)
W	ڤ (انگریزی V)	WILHELM ڤِل ہلم
X	کس	MAX ماکس
Y	اِی (یاے معروف)	TYPUS (تی پُوس)
Z	تس	NIETZSCHE نیتس شے (اردو مین نطشے غلط مستعمل ہی) ZYPRISCH (تسیپ رِش)

چند خصوصیات: حرف علت ڈبل ہو تو واحد حرف علت ہی کی آواز مین طوالت پیدا ہوتی ہی، مثلاً EE، OO کی آواز انگریزی مین اِی اور اُو ہوتی ہی، مگر جرمن مین اے اور اَو ہی مین کسی قدر طوالت ہوگی۔ حرف صحیح کے پہلے یا لفظ کے آخر مین D کا تلفظ قریب قریب ت ہوتا ہی، B کا پ، (مثلاً STADT اِشتات LEBHAFT لیپ ہافت) وغیرہ،

ترکی تلفظ،

جدید ترکی رسم الخط اپنے بعض خصوصیات کے باعث قابلِ ذکر ہی، وہ ایک ایشیائی زبان کے لئے برتا جا رہا ہی، اسمین ہمارا بہت سا قومی ادب فراہم ہو رہا ہی، اتحادِ اسلام اور اتحادِ ایشیا کے لئے اس کا جاننا عوام نہین تو خواص کے لئے تو ضروری ہی،

میرے پیش نظر بد قسمتی سے کوئی مستند کتاب جدید رسم الخط کے متعلق نہین ہی، صرف (HIL- AL AHMAR MECMUASI) انجمن ہلال احمر کے ماہانہ رسالے کا

ایک نمبر ہے، اسی سے چند امور مستنبط کرکے پیش کئے جاتے ہین ۔

جدید ترکی خط مین W اور X نہین ہین، باقی حروف انگریزی دان کے لئے آسان ہین صرف

C = ج

Ç = چ

Ğ = غ

J = ژ

Ş = ش

ترک خاص کر قسطنطنیہ کے باشندے، قاف کا تلفظ کاف کرتے ہین، اس لئے اب وہ تمام حروف جنمین قاف یا کاف ہو صرف K سے لکھے جاتے ہین، اسی طرح خ کا تلفظ ح کرتے ہین اس لئے اب وہ ھ مین ضم ہوکر H سے (مثلاً HALID = خالد) لکھا جانے لگا ہے، یا ط، د ہو نا مثلاً طولما بنچہ (DOLMA BAGCA =)

مختصر یہ کہ جو بولتے تھے وہی لکھنے لگے ہین اور اب اس سے بحث نہین رہی کہ کسی حرف کا املا ذال سے ہے یا ز سے یا ظوے سے،

اگر کسی شخص کو ترکی آتی ہو اور وہ مذکورۂ بالا امور کو پیش نظر رکھے اور حرف علت پر حاوی ہو جائے (جو یہ نظر آتے ہین:-

A Ä U Ü O Ö E I) اور جو محض زبر والف، پیش و وا و وغیرہ پر دلالت کرتے ہین، تو جدید رسم الخط کے سمجھنے مین کوئی مشکل بجز اس کے نظر نہین آتی کہ روانی کے لئے مشق اور عادت کی ضرورت ہے،

خواجہ نظام الدین احمد

(مصنف طبقاتِ اکبری)

از جناب سید احمد اللہ صاحب قادری نائب مدیر "تاریخ" حیدرآباد

خواجہ نظام الدین احمد ہندوستان کے ان خوش قسمت مورخین مین سے ہین جنھون نے فن تاریخ کی غیر معمولی خدمات انجام دی ہین اور علم تاریخ کو خاص درجہ پر پہنچایا ہے،

خواجہ نظام الدین احمد کے والد خواجہ محمد مقیم ہرات کے رہنے والے تھے، اور شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری (تولد ۳۹۶ھ ۱۰۰۶ء وفات ۴۸۱ھ ۱۰۸۸ء) کی اولاد سے تھے، جو ہرات کے مشہور بزرگ اور پیر ہرات کے لقب سے معروف ہین،

خواجہ محمد مقیم ابتداءً بابر بادشاہ (۹۳۲ھ ۱۵۲۵ء – ۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء) کے زمانہ مین آکر شاہی ملازم ہوئے، جب کہ بابر ہندوستان کی تسخیر کے لیے افغانستان آرہا تھا، پانی پت مین جو عظیم الشان معرکہ ہوا اس مین بھی یہ شریک تھے، اور فتح پور کی شورش مین بھی انھون نے حصہ لیا تھا، اور ان موقعون پر خوب دادِ شجاعت دی تھی، اس باعث بادشاہ نے خوش ہوکر ان کو بیوتات کی دیوانی سے سرفراز کیا تھا،

بابر کا جب ۹۳۷ھ مین انتقال ہوا اور نصیر الدین ہمایون تخت پر بیٹھا اور اس نے جب گجرات کو فتح کیا تو مرزا عسکری کو وہان کا حاکم مقرر کرکے ان کو اس کا وزیر بنا دیا،

خواجہ محمد مقیم بعض واقعات کی بنا پر اس سے ناخوش ہوگئے، اور دوبارہ ہمایون (۹۳۷ھ ۱۵۳۰ء – ۹۶۳ھ ۱۵۵۵ء) کی بارگاہ کا رخ کیا، اور بادشاہ کے حضور مین باریاب ہوکر اپنی قدیم خدمت حاصل کرلی،

ہمایون کو ۹۴۶ھ مین جب شیرشاہ سے بمقام چوسہ شکست ہوئی تو خواجہ محمد مقیم اس وقت بادشاہ کے ان چند جان نثارون مین شریک تھے جو ایسے بُرے وقت کے ساتھی تھے، جنت آشیانی کی وفات کے بعد عرصہ تک یہ اکبر (۹۶۳ھ-۱۰۱۴ھ / ۱۵۵۵ء-۱۶۰۵ء) کی خدمت مین رہے، اور بہت سی قابل یاد خدمات انجام دین،

خواجہ نظام الدین احمد ایسے یگانۂ روزگار باپ کے لائق بیٹے ہین، جنکی تمام زندگی امورات سلطنت کے سنوارنے مین صرف ہوئی تھی، نظام الدین احمد اکبر کی تخت نشینی سے چار پانچ سال قبل ۹۵۸ھ یا ۹۵۹ھ مین دارالسلطنت آگرہ مین پیدا ہوئے، اور سنِ رُشد کو پہنچنے کے بعد بادشاہی لشکر مین ملازم ہوگئے، ان کے اس زمانے کے حالات نہین ملتے ہین، البتہ ۹۸۹ھ (۲۶ سنہ جلوس اکبری) سے ان کا تذکرہ اکبر کی سیاسی تاریخ مین نظر آتا ہے، اور اسی زمانے سے یہ سلطنت کے نظم ونسق مین گہری دلچپی کے ساتھ منہمک رہے ہین،

۹۸۹ھ (۲۶ سنہ جلوس اکبری) مین مرزا محمد حکیم والی کابل نے ہندوستان پر حملہ کیا، تو اکبر نے مدافعت کے لیے شہزادہ مراد کو روانہ کیا، اس اثنا مین اکبر کو مخلص تشویش ناک واقعات معلوم ہوئے جس سے شہزادہ اور ملک کو صدمہ پہنچنے کا اندیشہ تھا، بادشاہ نے اس اہم کام کے لیے خواجہ نظام الدین کو منتخب کیا، اور خود دریا اٹک کو عبور کرکے نظام الدین کو مراد کے یہان جلال آباد بھیجا، خواجہ اس مہم پر بطور رہنما جلال آباد گئے، اور وہان سے حالات معلوم کرکے بادشاہ کو پشاور مین آکر اس کی اطلاع دی،

اکبر کے سفر کابل مین ملا عبدالقادر بدایونی مصنف منتخب التواریخ بھی شریک تھے، جب بادشاہ دہلی آیا تو عبدالقادر کچھ رخصت کے لیے پیش وزیر، ٹھہر گئے، اور جب بادشاہ فتح پور مین داخل ہوا، تو اس نے ابوالفضل کو حکم دیا کہ ان لوگون کا نام اور حال دریافت کیا جائے، جو راستہ مین لشکر کا ساتھ چھوڑکر علٰحدہ ہوگئے تھے، ابوالفضل نے اس فہرست مین ملا عبدالقادر بدایونی کا نام بھی شامل کردیا، اس واقعہ کے ایک سال قبل سے ملا صاحب اور خواجہ مین دوستانہ تعلقات قائم ہوگئے تھے، اسی بناء پر خواجہ نے عبدالقادر کو بیمارون مین شریک کرکے بادشاہ کے غضب و عتاب سے بچالیا، یہ واقعہ خود ملا صاحب نے منتخب التواریخ مین لکھا ہو،

"پچیوین ذیقعدہ کو اکبر دارالسلطنت پہنچا، مین اس سفر مین لشکر کا ساتھ چھوڑکر ایک وجہ سے بسناور مین ٹھہر گیا، جب فتحپور مین اکبر آیا تو مین بھی چھٹی تاریخ "اسی ماہ کی" ملازمت مین حاضر ہوگیا، اکبر نے ابوالفضل سے میرے سفر سے غائب ہونے کا حال دریافت کیا تو ابوالفضل نے کہا کہ بدمعاشون مین ہے، ایک موقعہ پر اسی سفر کی بابت واپسی پر صدر جہان کو یہ حکم دیا کہ ہمارے درباری لوگون کی فہرست پیش کیجائے جو اس سفر مین ساتھ نہین ہین، جب اسکی اطلاع خواجہ نظام الدین کو ہوئی تو انھون نے مجھے بیمارون مین شریک کردیا، اس واقعہ کے ایک سال قبل سے مجھ سے ان سے ملاقات تھی اور وہ میرے حال پر بڑے مہربان تھے" (منتخب التواریخ اردو ترجمہ مطبوعہ نولکشور پریس صفحہ ۳۳۹)

۹۹۱ھ (۲۹ سنہ جلوس اکبری) مین گجرات پر اکبر کا پورا تسلط ہوچکا تھا، اور گجرات کی نظامت شہاب الدین خان کے تفویض تھی، اس نے اپنے اقتدار سے احمد آباد کو خاص اثر مین رکھا تھا، اور یہان کی سیاسی فضا سے اچھی طرح واقفیت تھی، اس حالت مین اکبر نے اعتماد خان کو گجرات کی نظامت کا فرمان دیدیا، اور شاہ ابوتراب کو اس کا امین اور خواجہ نظام الدین کو بخشی اور ابوالقاسم تبریزی کو دیوانی کی خدمت پر فائز کیا،

شہاب الدین کو جب بادشاہ کے اس تغیر کا حال معلوم ہوا تو بہت ناخوش ہوا، اور شہر کو چھوڑکر کچھ دور عثمان پورہ مین جاکر ٹھہر گیا، اس کے ماسوا اور جو لوگ خدمات سے نکالے گئے تھے، وہ بھی بددل ہوکر سلطنت سے باغی ہوگئے اور یہ سب مل کر مظفر شاہ گجراتی کے پاس پہنچے، اس جدید بندوبست سے گجرات مین ایک انقلاب عظیم واقع ہوا، اعتماد خان اور خواجہ نے اس شورش کے رفع کرنے کی بیحد کوشش کی، لیکن کامیابی نہین ہوئی، اس دوران مین ستائیس شعبان کو مظفر شاہ گجراتی ایک زبردست لشکر کے ساتھ بمقام "دولقہ" آیا، اس وقت اعتماد خان اور خواجہ نظام الدین احمد شہاب الدین کو سمجھا کر واپس لانے کے لیے گیے ہوئے تھے، اور شہر کی حفاظت کے لیے شیر خان ابن اعتماد خان، میر محمد معصوم بھکری[1] اور محمد شریف ابن خواجہ نظام الدین احمد تھے، ان کے

[1] میر محمد معصوم بھکری عہد اکبری کے مشہور کتابہ نویس ہین، ان سے خواجہ صاحب سے بیحد دوستانہ تعلقات تھے، یہ اور

جانے کے ساتھ ہی مظفر شاہ کا لشکر دریا کے قریب آگیا، مغلیہ فوج نے مقابلہ کی بے انتہا کوشش کی، اور شہاب الدین نے بھی مغلوں کی طرف سے غیر معمولی طرف داری کا اظہار کیا، مگر ناکامی ہوئی اور گجرات کی فوج نے ان کا چالیس کوس تک تعاقب کرکے بہت سا مال واسباب لوٹ لیا، اس ہنگامہ مین نظام الدین کے بیٹے محمد شریف کا گھر بار لوٹا گیا،

اس سانحہ کے بعد مظفر کے ایک جنرل شیر خان فولادی نے قصبہ میانہ[1] مین جو پٹن سے تقریباً پندرہ کوس کے فاصلہ پر واقع ہے ایک زبردست جمعیت لیکر آیا، اعتماد خان اور شہاب الدین نے اس کے قیام سے بہت خوف کیا، اور یہان سے قبل از قبل فرار ہو جانے کا خیال کیا، لیکن خواجہ نے ان کو اس حرکت سے باز رکھکر خود دو ہزار کا ایک دستہ لیکر ان پر حملہ آور ہوا، اس موقع پر شیر خان کو بہت بری طرح شکست اٹھانی پڑی اور وہ یہان سے سیدھا احمد آباد کی جانب فرار ہو گیا،

اعتماد خان اور نظام الدین نے احمد آباد کو دوبارہ مفتوح کرنے کی بے حد سعی کی، لیکن فوج کی قلت کے باعث ان کو کامیابی نصیب نہین ہوئی،

اس مہم کے سر کرنے کے لیے شہنشاہ کی جانب سے مرزا خان (عبدالرحیم خانخانان) ابن بیرم خان نامزد ہوا، اس سے مخالفین کے ساتھ سرکیج[2] کے میدان مین بہت شدید لڑائی ہوئی جسمین مغل کامیاب ہوئے، اور گجرات

(بقیہ حاشیہ صفحہ ...) خواجہ صاحب دس سال تک ایک جگہ گجرات مین رہے، ۹۹۸ھ مین جب بادشاہ نے خواجہ کو دربار مین طلب کر لیا تو میر صاحب بھی گجرات سے لاہور چلے آئے،

میر صاحب کی کتابون کے مصنف ہین جسمین تاریخ سندہ، طب نامی، مفردات معصومی، معدن الافکار، حسن ناز، پری صورت وغیرہ خاص شہرت رکھتی ہین، ان کے آباؤ اجداد ترمذ کے رہنے والے تھے، یہ بھکر مین پیدا ہوئے، اس لیے بھکری کہلاتے ہین، دھارہ، فتحپور، اودھ، سعدال پور، اندور، برہانپور، بیانہ، دھکو، ناگور، قندھار وغیرہ ہین کتبے کندہ ہین، یہ شاعر بھی تھے، نامی تخلص تھا، اکبرنامہ صفحہ ۳۹۶، طبقات اکبری صفحہ ۰۰، منتخب التواریخ صفحہ ۰۰، مفتاح التواریخ صفحہ ۱۰۵، مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۹۳۶، [1] آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۹۰، ۱۲۶، [2] ابوالفضل علامی نے آئین اکبری مین سرکیج لکھا ہے، آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۱۱۵،

پران کا بالکلیہ قبضہ ہو گیا، اس معرکہ مین خواجہ صاحب نے اپنی سیاست دانی کا غیر معمولی ثبوت دیا تھا، اس فتح کے بعد یہ مستقل طور پر گجرات کے بخشی مقرر ہو گئے،

ان لڑائیون مین اکثر اوقات مرزا خان نے خواجہ صاحب سے مشورہ کیا تھا، منتخب التواریخ سے معلوم ہوتا ہے[1] کہ خواجہ نے بعض ایسی باتون مین مرزا خان سے اختلاف کیا، جس مین اس کی صریحاً بیکی تھی،

خواجہ صاحب مرزا خان کے ماموں تھے اس طرح کہ ان کی بہن بیرم خان سے منسوب تھی،

اس سن مین پھر مظفر شاہ گجراتی نے بعض زمینداروں کی امداد سے قلعہ جوناگڑھ کا محاصرہ کر لیا، قلیج خان نے یہ خبر سنکر نظام الدین کو سورت بھیجا، خواجہ صاحب نے مظفر کو وہان بہت بری طرح زک دی، یہ واقعہ اواخر رجب کا ہے،

۹۹۸ھ (۳۵ سنہ جلوس اکبری) مین گجرات کا صوبہ خان اعظم مرزا عزیز کوکلتاش کے سپرد کیا گیا، اور خانخانان کو گجرات کے عوض جونپور عطا ہوا، اور مالوہ کا علاقہ شہاب الدین خان کو مرحمت ہوا، شہنشاہ نے اس وقت نظام الدین احمد کو یاد کیا، ابھی تک اکبر کے جلوس کا پینتیسوان سال شروع نہین ہوا تھا، چنانچہ نظام الدین تیز سوارون کی ایک جماعت کے ساتھ لاہور مین داخل ہوئے، وہ دن اکبر کے جلوس کا تیسرا روز تھا،

گجرات سے لاہور تک چھ سو کوس کی مسافت ہے، اتنی طول وطویل منزل کو خواجہ نے بارہ دن مین طے کیا تھا، بادشاہ خواجہ کی اس حرکت سے اتنا مسرور ہوا کہ ان کو اور ان کے تمام ساتھیون کو اسی طرح باگو تک حاضر ہونے کی اجازت دے دی، اور خواجہ کو انعام واکرام سے مالا مال کر دیا،

۹۹۹ھ (۳۶ سنہ جلوس اکبری) مین نظام الدین احمد بادشاہ کی جانب سے شمس آباد بھیجے گئے،

شمس آباد سرکار قنوج کا ایک پرگنہ تھا اور قنوج اس وقت تک دار الخلافت آگرہ مین شامل تھا[1] اور یہ خواجہ صاحب کی جاگیر تھا، وہان اکثر لڑائیان ہوئین جسمین خواجہ صاحب کی خالہ کا لڑکا مارا گیا،[2]

[1] آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۱۲، [2] منتخب التواریخ اردو ترجمہ صفحہ ۳۸۰،

۹۹۸ھ (۳۵ سنہ جلوس اکبری) مین اکبر نے جعفر بیگ کو جو آصف خان کے لقب سے شہرت رکھتا ہے،
جلالہ روشنائی کی تنبیہ کے لیے روانہ کیا، اور خواجہ کو آصف خان کی جگہ بخشی گل کی خدمت سرفراز کی،

ماہ ذیحجہ ۹۹۹ھ مین اکبر کشمیر گیا تو خواجہ کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا، بادشاہ کشمیر مین ۱۰۰۰ھ مین پہنچا،
اور آٹھ روز تک سیر و تفریح مین مشغول رہا، واپسی پر بادشاہ بہ نفس نفیس قلعہ رہتاس[1] کو چلا گیا، اور خواجہ
صاحب کو محل کے ہمراہ آنے کی ہدایت کی،

محرم ۱۰۰۳ھ (۳۹ سنہ جلوس اکبری) مین اکبر سیر و شکار کی خاطر دارالسلطنت سے روانہ ہوا، اس سفر
مین خواجہ نظام الدین بھی بادشاہ کے ہم رکاب تھے، راوی کے قریب آب و ہوا کی تبدیلی کے باعث ان کا
مزاج بگڑ گیا، اور تپ محرقہ مین مبتلا ہو گئے، اور روز بروز ان کی حالت خراب ہونے لگی، الغرض مرض نے
بے حد طول کھینچا، آخر تیئیس صفر کو بینتالیس سال کی عمر مین اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئے، انکی
نعش لشکر سے لاہور مین لا کر خاص انھی کے باغ مین سپرد خاک کی گئی،

اس موقع پر منتخب التواریخ کے مصنف نے بیان کیا کہ لاہور کے باشندون نے ان کی موت سے خاص
اثر لیا، اور شہر کا کوئی متنفس ایسا نہین تھا جس نے ان کے لیے اشک ریزی نہ کی تھی اور خوبیون کو بیان
کر کے یاد نہ کیا تھا، غرض کہ خواجہ صاحب کا جنازہ بڑی آن بان کے ساتھ اٹھایا گیا، اور جنازہ کے ساتھ ہزارون
کا مجمع تھا،

ملا صاحب کو جب خواجہ صاحب کے انتقال کا علم ہوا تو ان کو اس سے بیحد صدمہ پہنچا، اس کے بعد
انھون نے مصمم ارادہ کر لیا کہ آیندہ کسی سے دوستی نہین کرینگے،

خواجہ صاحب کی وفات پر ملا صاحب نے ایک تاریخی قطعہ بھی لکھا تھا،

رفت مرزا نظام دین احمد — سوئے عقبیٰ وجست زیبا رفت

[1] آئین اکبری جلد دوم صفحہ ۲۰۳ و ۲۶۶ و ۲۴۰،

جوہر او زبسکہ عالی بود — در جوار ملک تعالیٰ رفت
قادری یافت سال تاریخش — گوہرے بے بہا ز دنیا رفت (۱۰۰۳ھ)

ابو الفضل علامی نے اکبر نامہ مین ان کی وفات کا تذکرہ کیا ہے، اور یہ بھی بیان کیا ہے کہ بادشاہ کو
خواجہ کی موت کا حال معلوم کر کے بیحد قلق ہوا، اور اس کو ایک جان نثار کے کم ہو جانے کا عرصہ تک صدمہ رہا،
خواجہ صاحب کے دو لڑکے تھے، ایک کا نام مرزا عابد اور دوسرے کا نام محمد شریف تھا، مرزا عابد جنت
مکانی نور الدین جہانگیر (۱۰۱۴ھ–۱۰۳۶ھ / ۱۶۰۵ء–۱۶۲۷ء) کے عہد مین کئی مرتبہ عواطف خسروانہ سے نوازا گیا تھا، اور بادشاہ
نے اس کے آبائی حقوق کو مد نظر رکھکر گجرات کی بخشی گری عطا فرمائی تھی، جہانگیر کے بعد یہ شاہجہان (۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء–
۱۰۶۸ھ / ۱۶۵۷ء) کا دیوان مقرر ہوا، شاہجہان نے جب اکبر نگر (بنگالہ) پر یورش کی تو اسمین مارا گیا،

ملا صاحب نے محمد شریف کو خواجہ کا فرزند بیان کیا ہے، لیکن مآثر الامراء کے مصنف نے داماد[1] لکھا ہے،
ملا صاحب چونکہ خواجہ کے دوست اور ہم زمانہ ہین، اس لیے ان کی تحریر خاص وقعت رکھتی ہے،

خواجہ صاحب کو اکبر کے حضور مین غیر معمولی تقرب حاصل تھا، جب یہ ۹۹۸ھ مین دارالسلطنت آگئے
تو اس وقت ان سے اور قلیج خان سے کچھ آویزش ہو گئی تھی، بادشاہ قلیج خان کو از حد چاہتا تھا اور یہ خود
بھی بڑے پایہ کا امیر تھا لیکن نظام الدین کے مقابلہ مین اس کو ہمیشہ ناکامی رہی، اور اکبر نے نظام الدین
کی خاطر اسے اور ممالک کو بھیج دیا، اور خواجہ کو اپنے یہان رکھ لیا،

خواجہ نے اپنے اثر و اقتدار کے زمانہ مین بہت سون کے ساتھ بڑے بڑے احسان کئے ہین اور
اُن سے جہان تک ممکن ہو سکا فائدہ پہنچایا ہے، ملا عبد القادر بدایونی نے انھی کے باعث یہ ترقی حاصل
کی تھی، مشہور محدث شیخ عبد الحق دہلوی جو ہندوستان کے مشاہیر صوفیا سے ہین، ۹۹۵ھ مین حج بیت اللہ

[1] داماد ش محمد شریف چندگاہ در عہد اعلیٰحضرت قلعہ دار کنگی دکن بود، پس از ان حاجب حیدرآباد شدہ باجل طبیعی درگذشت، مآثر الامراء جلد اوّل صفحہ ۶۶۴ :

کے ارادے مین دہلی سے گجرات تشریف لائے، اس زمانہ مین خواجہ وہان کے بخشی تھے، انھون نے شاہ صاحب کے جہاز کا انتظام کیا اور ان سے بڑی خاطر و مدارات سے پیش آئے،

میر محمد معصوم بھکری جو عہد اکبری کے مشہور کتابہ نویس ہین، ان سے خواجہ سے بیحد دوستانہ مراسم تھے، خواجہ نے ان کے لیے متعدد مرتبہ کوشش کی تھی، یہ اور خواجہ تقریباً دس سال تک گجرات مین رہے، سنہ ۹۹۸ھ مین جب نظام الدین بادشاہ کے ایما سے لاہور چلے آئے تو یہ بھی خواجہ کے ساتھ تھے،

نظام الدین ایک بہت بڑے امیر اور بااختیار حاکم ہونے کے علاوہ زبردست محقق ہین، انھون نے جو کام کیا ہے وہ غیر معمولی درجہ رکھتا ہے، مشہور تاریخ طبقات اکبری انھی کی تالیف ہے، جو ہندوستان کی بے مثل تاریخ سمجھی جاتی ہے، اور عالمان ہند اس پر فخر کرتے ہین،

طبقات اکبری ہندوستان کی عام تاریخ ہے جسمین مسلمانون کی آمد سے لے کر شہنشاہ اکبر کے عہد حکومت تک کے واقعات ہین، اس موضوع پر یہ سب سے پہلی تصنیف ہے، جو ہند کے متعلق خاص انداز مین لکھی گئی ہے، اس عنوان پر بعد مین جسقدر مصنفین نے قلم اٹھایا ہے، ان تمام کی معلومات کا ماخذ یہی ہے، اکثر مصنفین نے عہد اکبری کے حالات اسی سے خلاصہ کئے ہین، اور بعض نے اس کے کل اجزا سے استفادہ کیا ہے،

ملا عبدالقادر بدایونی نے ۱۰۰۴ھ مین منتخب التواریخ کے نام سے ہندوستان کی ایک تاریخ لکھی ہے، جو ۱۰۰۴ھ تک کے واقعات پر مشتمل ہے، اس کا بہت بڑا حصہ طبقات اکبری سے ماخوذ ہے، چنانچہ اکثر موقعون پر ملا صاحب نے اس کا اعتراف بھی کیا ہے،

"۱۰۰۳ھ۔ اٹھارہوین جمادی الثانی کو میان شیخ عبداللہ ولد حضرت میان شیخ داؤد نے وفات پائی، "جان پاک شیخ داد" ان کے وفات کی تاریخ ہے، یہان تک مین نے جو واقعات تحریر کئے ہین، ان سب کا ماخذ طبقات اکبرشاہی ہے" (منتخب التواریخ اردو ترجمہ صفحہ ۳۸۷)

اکبر کے زمانہ سے آج تک مین نے جو واقعات لکھے ہین، ان کو ۱۰۰۴ھ مین اکبر کے جلوس کے چالیسوین سال تمام کیا، اپنی دانست مین مین نے جو کچھ لکھا ہے صحیح ہے، اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دریا مین کا قطرہ ہے، اگر سنین مین کہین تقدیم و تاخیر ہوگئی ہے تو وہ غلطی تاریخ نظامی کی متصور ہوگی جو اس کتاب کا اصلی ماخذ ہے" (منتخب التواریخ صفحہ ۳۹۵)

ماثر رحیمی مصنفہ ملا عبدالباقی نہاوندی جو عبدالرحیم خانخانان کی سوانحعمری ہے، اس کے کئی حصے طبقات اکبری سے اخذ کئے گئے ہین، چنانچہ متعدد جگہ پر مصنف نے اس کا ذکر کیا ہے۔

" ارباب سیر و تواریخ مؤلف طبقات اکبری آوردہ کہ در ہر قرن از قرون ماضی واز منہ سابق جمعی از فرمایان گردن کشان در ممالک ہندوستان کہ ولایتیست وسیع و مرکب از چند اقلیم، و مساحان بسیط غبراجبار وانگہ روی زمین گفتہ اند، در ہر ناحیۂ آن فردے از افراد حکام استیلا یافتہ خود را السلطنت آن دیار مشہور ساختہ، و بخطابی و لقبی خاص ملقب و مخاطب گردانیدہ و اکثر اوقات درین ممالک ہرج و مرج بودہ و خلایق و عباد و زہاد از ظلال سلطنت عظمی بے نصیب بودند و ارباب سیر و اخبار مجلدات در احوال ایشان مثل تاریخ دہلی و تاریخ گجرات و تاریخ مالوہ و تاریخ بنگالہ و تاریخ سندھ جدا جدا مرقوم صحائف بیان نمودہ اند . . . .

. . . . . . افسانہاے سلاطین سابق ہندوستان باز داشت و رجوع بدیگر کتب مطولہ مفصلاً نمودہ، نظام الدین احمد بخشی مؤلف طبقات اکبری طبقات را جامع احوال مجموع سلاطین سابق و حال این ممالک نمودہ، و الحق زحمت بسیار کشیدہ و بقدر مقدور در تحقیق حال ہر یک کوشیدہ" (ماثر رحیمی طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۶۸)

غزنویون کے حالات مین لکھا ہے،

"تفصیل را رجوع بہ طبقات اکبری می نماید" (ماثر رحیمی جلد اول صفحہ ۲۹)

تاریخ فرشتہ مؤلفہ محمد قاسم فرشتہ جو ہندوستان کی مشہور تاریخ ہے، اس کی بنیاد بھی طبقات اکبری

پر رکھی گئی ہے، اور کئی جگہ فرشتہ نے اس کا اپنی تاریخ مین تذکرہ کیا ہے،

"چنانچہ نظام الدین احمد بخشی تحقیق کردہ مراد ازین تنکہ نقرہ است کہ بارہ مس ہم داشت"

(تاریخ فرشتہ جلد اول صفحہ ۱۳۳)

طبقات اکبری کا طرز ترتیب اس درجہ پسند کیا گیا کہ فرشتہ جیسے سرآمد روزگار مصنف نے اپنی تاریخ بالکل اسی کے اتباع اور نمونہ پر لکھی، لہذا ذیل مین دونون کا خاکہ پیش کیا جاتا ہے،

تاریخ فرشتہ	طبقات اکبری
مقدمہ، در کیفیت ظہور اسلام در مملکت ہند،	
مقالۂ اول، ذکر سلاطین غزنویہ،	مقدمہ، ذکر سلاطین غزنویہ،
مقالہ دوم، ذکر سلاطین دہلی،	مقالہ اول، (۱) ذکر سلاطین دہلی (۲) ذکر دربار اکبری،
مقالہ سوم، ذکر سلاطین دکن،	مقالہ دوم، ذکر سلاطین دکن،
مقالہ چہارم، ذکر سلاطین گجرات،	مقالہ سوم، ذکر سلاطین گجرات،
مقالہ پنجم، ذکر سلاطین مالوہ،	طبقہ پنجم، ذکر سلاطین مالوہ،
مقالہ ششم ذکر سلاطین خاندیس،	
مقالہ ہفتم، (۱) ذکر سلاطین بنگالہ،	طبقہ چہارم، ذکر سلاطین بنگالہ،
(۲) ذکر سلاطین جونپور،	طبقہ ششم، ذکر سلاطین جونپور،
مقالہ ہشتم، تاریخ سندھ،	طبقہ ہفتم، تاریخ سندھ،
مقالہ نہم، ذکر سلاطین ملتان،	طبقہ نہم، ذکر سلاطین ملتان،
مقالہ دہم، ذکر شاہان کشمیر،	طبقہ ہشتم، ذکر شاہان کشمیر،
مقالہ یازدہم، ذکر حکام ملیبار،	

تاریخ فرشتہ	طبقات اکبری
مقالہ دوازدہم، مشائخ ہندوستان	
خاتمہ، در کیفیت ہندوستان،	خاتمہ، در ذکر ہندوستان،

مختصر التواریخ، خلاصۃ التواریخ، اور لب تواریخ کے بہت سے بیانات طبقات سے منقول ہین، مخزن افغانی (جو ۱۰۲۰ھ مین تصنیف ہوئی ہے) کے مصنف نے نصیر الدین ہمایون کے زمانہ کی تمام معلومات اسی سے نقل کی ہین،

الغرض تاریخ ہند بعہد مسلمانان کا سب مین بڑا اور اہم ماخذ یہی ہے،

اکثر مورخین نے طبقاتِ اکبری کو تاریخ نظامی کے لقب سے یاد کیا ہے، جو درحقیقت سہو ہے، لیکن اسکا صحیح نام "طبقات اکبرشاہی" ہے، چنانچہ خود مصنف نے کتاب مین اس کی تصریح کر دی ہے،

"بہ طبقات اکبرشاہی موسوم شد واز جملہ اتفاقات حسنہ آنکہ لفظ نامی کہ مشعر بر انتساب نام مؤلف ست تاریخ این تالیف می شود" (طبقات اکبری صفحہ ۳)

ملا عبد القادر بدایونی نے بھی اسکو "طبقاتِ اکبرشاہی" لکھا ہے،

"تاریخ نظامی" طبقات اکبری کا تاریخی نام ہے، جس سے سنہ ۱۰۰۱ھ برآمد ہوتے ہین، یہ ملا عبد القادر بدایونی کا دیا ہوا نام ہے، اس اسم کو مصنف صاحب نے بھی پسند فرمایا تھا،

"یہان تک کہ مین نے جو واقعات لکھے ہین، اُن سب کا ماخذ طبقات اکبرشاہی ہے، جسکا تاریخی نام مین نے "نظامی" رکھا ہے اور اسکو مصنف صاحب نے بھی پسند فرمایا" (منتخب التواریخ صفحہ ۲۰۷)

ملا صاحب نے یہ تاریخی نام غالباً اس وقت تصنیف کیا ہوگا، جب کہ طبقات تمام نہین ہوئی تھی، دراصل اس کی تاریخ تصنیف سنہ ۱۰۰۲ھ ہے،

خواجہ نے طبقات اکبری کی وجہ تصنیف یہ بیان کی ہے کہ جب انھون نے تعلیم شروع کی تو ان کے

والد صاحب نے ان کو تاریخی کتابیں دیکھنے کا شوق دلایا، جس کی بنا پر انھوں نے تاریخی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا، رفتہ رفتہ ان کو تاریخ سے خاص محبت پیدا ہوگئی، اس زمانہ مین جو کتابین لکھی گئی تھین، ان کی عجیب حالت تھی، قریب قریب تمام کتابین منتشر و پراگندہ حالت مین تھین، اور ہر صوبہ اور ہر شہر کی ایک علٰحدہ علٰحدہ تاریخ تھی، جس سے شائقینِ علم کو بہت دقت اور پریشانی کا سامنا ہوتا تھا، اسی کمی کو محسوس کرکے خواجہ نے ایک ایسی کتاب کے ترتیب دینے کا ارادہ کیا جو سارے ہندوستان کی مجمل تاریخ ہو اور جس مین تمام ضروری مباحث آجائین، اور اسی کا عملی نتیجہ طبقاتِ اکبری، جیسا اہم بالشان کارنامہ ہے،

طبقات اکبری کی ترتیب و تبویب مین خواجہ نے اکبر کے شاہی کتب خانہ سے استفادہ کیا ہے، طبقات کے ماخذات کی فہرست کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مین کی تمام کتابین اہم اور غیر معمولی مین، اور ان مین کی بعض کتابین اب تک نادر و نایاب مین، ذیل مین اس کے ماخذات کی فہرست پیش کیجاتی ہے،

(۱) اکبر نامہ شیخ ابو الفضل علامی،

(۲) تاریخ یمینی، عتبی

(۳) زین الاخبار ابوسعید عبدالحیٔ بن ضحاک بن محمود گردیزی،

(۴) روضۃ الصفا خداوندشاہ،

(۵) تاج المآثر، حسن بن احمد نظامی،

(۶) طبقات ناصری منہاج الدین سراج

(۷) خزائن الفتوح امیر خسرو دہلویؒ،

(۸) تغلق نامہ امیر خسرو دہلوی،

(۹) تاریخ فیروزشاہی ضیاء برنی

(۱۰) فتوحات فیروزشاہی فیروزشاہ تغلق،

(۱۱) تاریخ مبارک شاہی،

(۱۲) فتوح السلاطین،

(۱۳) تاریخ محمود شاہی ہندوی،

(۱۴) تاریخ محمود شاہی خورد مندی،

(۱۵) طبقات محمود شاہی گجراتی،

(۱۶) مآثر محمود شاہی گجراتی،

(۱۷) تاریخ محمدی،

(۱۸) تاریخ بہادر شاہی،

(۱۹) تاریخ بہمنی،

(۲۰) تاریخ ناصری،

(۲۱) تاریخ مظفر شاہی،

(۲۲) تاریخ مرزا حیدر دوغلات،

(۲۳) تاریخ کشمیر،

(۲۴) تاریخ سندھ، اس کا نام منہاج المسالک ہے لیکن عام طور پر تاریخ المحققین (طبقات اکبری صفحہ ۲۳۲)

(۲۵) تاریخ بابری،

(۲۶) واقعات بابری، اس کو تزک بابری بھی کہتے ہین،

(۲۷) تاریخ ابراہیم شاہی،

(۲۸) واقعات مشتاقی،

(۲۹) واقعات ہمایون، نصیر الدین ہمایون، اسکا دوسرا نام تذکرۃ الواقعات ہے،

خواجہ نے کتاب کے خاتمہ پر اس امر کا وعدہ کیا کہ اگر عمر نے وفا کی تو وہ اس کا ایک تکملہ لکھیں گے، لیکن اُن کی جوان موت نے اس ارادہ کو پورا نہین ہونے دیا،

"اگر عمر مساعدت نماید و توفیق یاوری کند انشاء اللہ العزیز وقائع ایام استیصال نیز ثبت نمودہ جزو این کتاب مستطاب خواہد ساخت والا ہر کس را توفیق رہبری کند تسوید آن پرداختہ استسعاد خواہد یافت" (طبقات اکبری صفحہ ۳۸۰)

کتاب کے ابواب اور مضامین کی فہرست حسب ذیل ہے،

طبقات اکبری ۱۸۷۵ء مین مطبع منشی نولکشور مین چھپ چکی ہے، مسٹر ڈے نے اس کا ابتدائی حصہ جو فیروز شاہ کے عہد تک ہے، ۱۹۱۳ء مین سلسلۂ کتب ہندیہ مین چھپوایا ہے، اور اس کا انگریزی زبان مین بھی ترجمہ کیا ہے، جو ۱۹۱۲ء مین اسی سلسلہ مین شائع ہوا ہے،

الغرض طبقات اکبری ایک مستند تاریخ ہے، اگرچہ اس مین سنین اور واقعات کی بہت سی اغلاط پائی جاتی ہین، لیکن خوبیون کے سامنے وہ کوئی اہمیت نہین رکھتی ہین،

مشرقیون سے بڑھکر مستشرقینِ مغرب اس کی قدر کرتے ہین اور وہ اس کو ہندوستان کا سب سے اہم ماخذ قرار دیتے ہین،

ناسو لیس جنھون نے ہندوستان کی تاریخون پر ایک عالمانہ مضمون لکھا ہے، اس مین طبقاتِ اکبری کی غیر معمولی مدح سرائی کی ہے،

ملا صاحب نے منتخب التواریخ مین خواجہ کے ایک غیر معروف کارنامہ کا تذکرہ کیا ہے، جس سے غالباً تاریخی دنیا بہت کم واقف ہوگی، وہ یہ کہ اکبر کو ایک ایسی تاریخ کے لکھوانے کا خیال ہوا، جس مین رسول اکرمؐ کی رحلت سے سال لکھے جائین، اور واقعات بھی اسی مناسبت سے ہون، چنانچہ اس کا نام بادشاہ نے "تاریخ الفی" تجویز فرمایا، یہ حضورؐ کی رحلت سے اکبر کے عہدِ حکومت تک یعنی ایک ہزار سال کی مکمل تاریخ ہوگی، یہ کام بادشاہ نے سات آدمیون کے سپرد کیا، جس مین ہمارے خواجہ صاحب بھی تھے، خواجہ نے پہلے ایک سال کے حالات ترتیب دیئے، اس کے بقیہ واقعات بعد مین ملا احمد اور آصف خان نے لکھے، ملا عبدالقادر بدایونی نے بھی ایک سال کے حالات مرتب کئے تھے، اور اکبر کے حکم سے اس کے دو جلدون کی تصحیح بھی کی تھی[۱]،

ماخذ

(۱) طبقات اکبری — خواجہ نظام الدین احمد، طبع لکھنؤ صفحہ ۳۴۹ تا ۳۷۹

(بقیہ حاشیہ ص ۱۳۶) (۲) منتخب التواریخ — ملا عبدالقادر بدایونی — اردو ترجمہ طبع لکھنؤ صفحہ ۲۸۷ و ۲۹۵

(۳) اکبر نامہ — شیخ ابو الفضل علامی — طبع لکھنؤ صفحہ

(۴) مآثر رحیمی — عبدالباقی نہاوندی — طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۶۸ و ۶۹

(۵) تاریخ فرشتہ — محمد قاسم فرشتہ — طبع لکھنؤ جلد اول صفحہ ۱۳۳

(۶) اقبال نامۂ جہانگیری — محمد شریف معتمد خان — طبع لکھنؤ جلد دوم صفحہ ۳۶۳

(۷) مآثر الامراء — صمصام الدولہ شاہ نواز خان — طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۶۶۰

(۸) بلاک مین کا ترجمۂ آئین اکبری — طبع کلکتہ جلد اول صفحہ ۲۲۰

(۹) ایلیٹ کی تاریخ ہندوستان، — طبع لندن جلد ۵ صفحہ ۱۷۷ تا ۱۷۷

(۱۰) خلاصۃ التواریخ — منشی سبحان رائے — طبع دہلی صفحہ ۷

(۱۱) مخزن افغانی — خواجہ نعمت اللہ بن حبیب اللہ — قلمی

(۱۲) محبوب الالباب — مولوی خدا بخش خان — طبع حیدر آباد صفحہ ۴۴۲

(۱۳) ایلیٹ کا انڈکس — صفحہ ۱۸۷ — ۱۸۸

(۱۴) فہرست برٹش میوزیم فارسی جلد اول ریو — جلد ۱ صفحہ ۲۲۰

(۱۵) رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال سلسلۂ جدید — جلد سوم صفحہ ۴۵۱

(۱۶) رسالہ تاریخ حیدر آباد دکن — مرتبہ مولوی حکیم سید شمس اللہ قادری — جلد ۱ نمبر ۲ صفحہ ۱۱

(۱۷) آئین اکبری جلد دوم — ابو الفضل علامی — طبع لکھنؤ صفحہ ۹۸، ۱۲۴، ۱۱۵

(۱۸) تاریخ ہندوستان — ذکاء اللہ — طبع علیگڈہ

(۱۹) قاموس المشاہیر — نظامی بدایونی — طبع بدایون صفحہ ۲۶۱

(۲۰) دربار اکبری — مولانا محمد حسین آزاد

تلخیص وتبصرہ

فلسفۂ جمال اور اس کا اثر تصوف پر

اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ اسلامی فلسفیانہ تصوف پر یونانی فلسفہ کا اثر بہت کچھ پڑا ہے، لیکن یونانی فلسفہ کی مختلف شاخین تھین، اس لئے یہ نہین کہا جا سکتا کہ ان شاخون مین اسلامی فلسفیانہ تصوف پر کس شاخ کا سب سے زیادہ اثر پڑا ہے، تاہم تصوف کو سب سے زیادہ افلاطونی فلسفہ یعنی فلسفۂ اشراق سے مناسبت ہے، اور سکندر کی سلطنت کے زوال کے بعد اسکندریہ مین یونانی فلسفہ کی جو شاخین پھیلین اُن مین مشرقی ممالک اور مذہبی گروہ پر سب سے زیادہ اثر بلوطینوس (پلاٹینس) کے فلسفہ کا پڑا جو آج "افلاطونیت جدیدہ" کے نام سے مشہور ہے، اور اسلامی فلسفیانہ تصوف سے بہت زیادہ مشابہت رکھتا ہے، اس لئے ظن غالب یہ ہے کہ اس تصوف پر اسی فلسفہ کا خاص طور پر اثر پڑا ہے،

بلوطینوس نے اپنے فلسفیانہ مباحث مین فلسفۂ حسن وجمال پر نہایت تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے، اور غالباً ہمارا تصوف نظری اور عملی دونون حیثیتون سے اسی فلسفۂ حسن وجمال کی شرح وتفسیر ہے، کیونکہ بلوطینوس نے اپنے فلسفہ مین ایک "اعلیٰ مثال" کی تعیین کی ہے، اور اس کی اصطلاح مین اس "اعلیٰ مثال" کی بنیاد تصوف کی سطح پر قائم ہے، یعنی یہ کہ حسن وجمال پر غور وفکر کرنے اور عشق ومحبت کے اسرار ورموز کی واقفیت ہی سے اس اعلیٰ مثال کی تعیین ہو سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ اس نے عشق ومحبت کو علم کی جگہ دی ہے، کیونکہ اس کے نزدیک محبت اور اخلاق حسنہ دونون ایک ہی چیز ہین، البتہ اس نے مادی حسن وجمال مثلاً مناظر قدرت اور نغمہ وسرود اور غیر مادی حسن وجمال مثلاً حکمت وفضیلت مین امتیاز قائم کیا ہے، اور اس امتیاز کی بنا پر یہ اصول قائم کیا ہے کہ مادی حسن وجمال مین جو نقص پیدا ہو جاتا ہے وہ مادہ کی وجہ سے نہین پیدا ہوتا،

کیونکہ مادہ ایک جامد اور غیر ذی روح چیز ہے، یہ نقص ان کے تناسب اجزا کے فقدان سے بھی نہین پیدا ہوتا، بلکہ اس کا سبب یہ ہے کہ اس مین معنی موجود نہین ہوتا، اس بنا پر اس کے نزدیک زندگی کا ماخذ ومبدا معنی ہے، اور یہی معنی جب کسی مادی چیز مین سرایت کر جاتا ہے تو اس کو حسین بنا دیتا ہے، اور اس کے اجزا مین تناسب واتحاد پیدا کر دیتا ہے، اس بنا پر جس چیز مین زندگی اور اتحاد نہین، اس مین حسن بھی نہین، لیکن چونکہ زندگی اور اتحاد معنی سے پیدا ہوتے ہین، اس لئے یہ کہنا چاہئے کہ جہان معنی نہین وہان حسن بھی نہین،

اب سوال یہ ہے کہ اس "اعلیٰ مثال" یعنی اتحاد جمال واخلاق حسنہ تک کیونکر رسائی حاصل ہو سکتی ہے؟ اور چونکہ اسی اتحاد کا دوسرا نام حکمت بھی ہے، اس لئے یہ کہنا چاہئے کہ حکمت کیونکر حاصل ہو سکتی ہے؟ اسی سوال کے جواب سے تصوف کی راہین کھل جاتی ہین، کیونکہ بلوطینوس کے نزدیک اس کے صرف تین طریقے ہین، موسیقی، عشق اور فلسفہ، موسیقی مادی حسن وجمال سے عقلی حسن وجمال تک پہونچا دیتی ہے، عاشق ایک ایسے معشوق کی تلاش کرتا ہے، جو اس کو بیخود بنا کر اس مین ایک ایسی روحانی محبت پیدا کر دے جس کو مادہ سے کوئی تعلق نہ ہو، اور فلسفی تہذیب نفس اور تزکیۂ عقل کے ذریعہ سے حسن مطلق تک رسائی حاصل کرنا چاہتا ہے، تاکہ خدا کو جان لے اور اس کے ساتھ متحد ہو جائے، خلاصہ یہ کہ ذات باری تعالیٰ اخلاق حسنہ اور حسن کے سوا کوئی دوسرا خدا نہین، اور فلسفہ کی حقیقت صرف یہ ہے کہ تقرب الٰہی کے لئے یہ اوصاف حاصل کئے جائین، اور یہ اوصاف حسن وجمال مین غور کرنے یعنی صرف بیخودی سے حاصل ہو سکتے ہین، بلوطینوس کے نزدیک فلسفۂ اخلاق کو فلسفۂ حسن وجمال سے جو تعلق ہے، وہ موجودہ اخلاقی نظام سے بالکل مختلف ہے، کیونکہ موجودہ نظام اخلاق مین انسان اگر ایک کام کرتا ہے، اور ایک فعل سے احتراز کرتا ہے، تو اس کی صرف یہ وجہ ہوتی ہے، کہ اس کو اس پر ایک معین چیز مجبور کرتی ہے، مثلاً قانون یا تمدن و[illegible]، لیکن بلوطینوس کے نزدیک اس مین جبر واضطرار کو کوئی دخل نہین ہے، کیونکہ اس کے نزدیک حسن صرف

ایک اعلیٰ مثال کا تابع ہو اور اس "اعلیٰ مثال" تک پہونچنے کی کوشش کرنا انسان کا فرض ہو، البتہ جن ذرائع سے انسان اس "اعلیٰ مثال" تک پہونچ سکتا ہو وہ مختلف لوگون کے لئے مختلف ہو سکتے ہین، اس لئے نہ تو کوئی معین چیز انسان کو اس پر مجبور کر سکتی اور نہ اس کا کوئی ایک طریقہ معین ہو سکتا،

اب اس فلسفہ کو پیش نظر رکھکر متوسطین صوفیہ کے حالات پڑھو تو معلوم ہوگا، کہ انکا طرز زندگی اس فلسفہ سے کس قدر متاثر تھا، "ع" (الہلال جون ۱۹۲۷ء)

فرقۂ مرجیہ

مصر کے چند روشنخیال مصنفین نے، فجرالاسلام کے نام سے تین جلدون مین ایک کتاب لکھی ہو، جو دور بنوامیہ تک مسلمانون کی عقلی سیاسی اور ادبی زندگی کی تاریخ پر مشتمل ہو، اس کی پہلی جلد مین مسلمانون کی عقلی زندگی کی تشریح کی گئی ہو، اس کے ایک باب مین فرقہ مرجیہ پر بھی بحث کی گئی ہو، ذیل مین اس کی تلخیص پیش کیجاتی ہو، اس کے اور مباحث بھی کسی موقع سے پیش کئے جائین گے، جس سے اندازہ ہوگا کہ دور حاضر کے مسلمان اہل قلم اسلامی فرقون پر کس نقطۂ نظر سے نگاہ ڈال رہے ہین،

شیعون اور خارجیون کی طرح مرجیہ بھی ایک سیاسی فرقہ ہو، چنانچہ ابن عساکر کا بیان ہو کہ یہ شکّاک لوگ ہین، جو حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد میدان جنگ سے پلٹ کر مدینہ مین آئے اور یہان حضرت عثمانؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق مسلمانون مین اختلاف دیکھا تو دونون فریق سے الگ ہوکر یہ رائے قائم کی کہ ان دونون بزرگون مین سے نہ تو کوئی لعن طعن کا مستحق ہو، نہ کسی کے برسرحق ہونے کی شہادت دیجا سکتی، بلکہ اس کا فیصلہ صرف خدا کے ہاتھ مین ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہو کہ یہ ایک صلح پسند فرقہ تھا، جو مسلمانون کی خانہ جنگی سے الگ رہنا چاہتا تھا، اور اس کے پیدا ہونے کا اصلی سبب تو مسلمانون کا اختلاف رائے تھا، لیکن بالواسطہ اس کی تولید مین مسئلۂ خلافت کو بھی دخل تھا، اگر خلافت نہ ہوتی

تو شیعہ خارجی اور مرجیہ کا سرے سے وجود ہی نہ ہوتا، مرجیہ کا لفظ "ارجاء" سے مشتق ہو جس کے معنی تاخیر کے ہین اور ان لوگون کو مرجیہ اس لئے کہتے ہین کہ جن لوگون نے اس زمانہ مین خانہ جنگی کی وہ ان کی نسبت کوئی رائے قائم نہین کرتے بلکہ انکا فیصلہ خدا پر انحصار رکھتے ہین، بعض لوگون نے اسکو "رجاء" سے مشتق کیا ہو جس کے معنی امید کے ہین، کیونکہ ان لوگون کا یہ عقیدہ تھا کہ ایمان کے ساتھ کوئی گناہ مضرت رسان نہین ہو سکتا، اس لئے وہ ہر گنہگار مسلمان کے نجات کی امید رکھتے ہین، لیکن ابن عساکر کی تصریح کے لحاظ سے پہلی وجہ تسمیہ مرجح ہے،

یہ فرقہ اس وقت پیدا ہوا جب خارجی فرقہ حضرت علیؓ حضرت عثمانؓ اور قائلین تحکیم کی تکفیر کر رہا تھا، اسی طرح شیعہ لوگ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ اور ان کی اعوان و انصار کو کافر بنا رہے تھے، اور یہ دونون فرقے بنوامیہ کو کافر سمجھتے تھے، اور بنوامیہ ان سے برسرپیکار تھے، اور ان مین ہر ایک اپنے آپ کو برسرحق سمجھتا تھا، اور اپنے فریق مخالف کو کافر اور گمراہ خیال کرتا تھا، اس حالت مین مرجیہ فرقہ نے پیدا ہو کر سب کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھایا، اور اپنا یہ عقیدہ قائم کیا کہ یہ تینون فرقے یعنی شیعہ، خوارج، اور بنوامیہ مسلمان ہین، البتہ ان مین بعض غلطی پر ہین، لیکن ہم اس کی تعیین نہین کر سکتے، اس لئے اس کو خدا پر اٹھا رکھتے ہین، اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ لوگ درپردہ بنوامیہ کے مؤید تھے، اگرچہ یہ تائید محض سلبی تھی یعنی یہ لوگ بنوامیہ کے ساتھ مل کر جنگ نہین کرتے تھے، تاہم انکی حکومت کو مذہبی حکومت سمجھتے تھے،

اس فرقہ کی ابتدائی بنیاد خود صحابہ کے زمانہ مین پڑ چکی تھی، اور بہت سے صحابہ ایسے موجود تھے، جنھون نے ان لڑائیون مین کوئی حصہ نہین لیا جو حضرت عثمانؓ کے آخری عہد مین پیش آئین، مثلاً حضرت ابوبکرؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عمران بن حصینؓ وغیرہ، غرض ابتدا مین تو یہ ایک سیاسی فرقہ تھا، لیکن بعد کو اس نے عقائد کے متعلق بھی بحث شروع کر دی لیکن یہ بحث بھی ان کی سیاسی رائے کے موافق تھی، ان مباحث مین سب سے اہم بحث یہ ہے کہ کفر و ایمان کی حقیقت کیا ہو؟ خوارج شیعون کو کافر کہتے تھے، بلکہ یہان تک غلو کرتے تھے کہ ہر گناہ کبیرہ کفر ہے، اس کے برخلاف شیعون کا یہ عقیدہ تھا

کہ امام کا اعتقاد ایمان کا بنیادی جزو ہی، اس لئے ایمان وکفر کی حقیقت کی تحدید ایک بڑا معرکۃ الآرا مسئلہ بنگئی تھی، اور اس حالت مین مرجیئہ نے یہ عقیدہ قائم کیا کہ ایمان صرف خدا اور پیغمبرون کی معرفت کا نام ہی، اور اس حیثیت سے ہر کلمہ گو مسلمان ہی، اور اس سے خارجیون کے اس عقیدہ کی تردید ہوتی ہی، کہ فرائض پر عمل کرنا اور گناہ کبیرہ سے بچنا بھی جزو ایمان ہی، اور شیعیون کا یہ عقیدہ بھی باطل ہوجاتا ہی، کہ امام پر ایمان لانا اور اسکی اطاعت کرنا بھی ایمان کا ایک جزو ہی، اس مین بعض مرجیہ نے اس قدر غلو کیا ہی کہ ان کے نزدیک ایمان صرف اعتقاد قلبی کا نام ہی، اگر کوئی شخص اس اعتقاد کے بعد کفر کا اعلان کرے، بت پوجے، دار الاسلام مین یہودی اور نصرانی ہوجائے تب بھی وہ مومن کامل ہی، اس لحاظ سے وہ بنو امیہ، خارجی، اور شیعہ کسی کو کافر نہین کہتے، بلکہ اخطل وغیرہ جیسے عیسائیون اور یہودیون کے کفر کا بھی یقین نہین رکھتے، کیونکہ ایمان کا محل صرف قلب ہی، اور اس کو خدا کے سوا کوئی نہین جان سکتا، اس لئے یہ فرقہ تمام لوگون کیطرف مصالحت کا ہاتھ بڑھاتا ہی،

بعض مستشرقین کا خیال ہی کہ اس گروہ کی تولید کی ابتدا اور اس کے عقائد پر تو بہ تو پردے پڑگئے ہین، کیونکہ یہ فرقہ چونکہ ایک حد تک بنو امیہ کا مؤید تھا، اس لئے سلطنت عباسیہ نے اس کو فنا کردیا، اور اس عقیدہ کی بیخ کنی کردی، لیکن بہرحال بنو امیہ کے دور کے بعد یہ فرقہ اور اسلامی فرقون مین گھل مل گیا، اور اب اس کا کوئی مستقل وجود باقی نہین رہا،

"ع"

امریکہ مین خودکشی کی رفتار

حال مین ڈاکٹر ہوفمین (HOFF MAN) کا ایک مضمون نیویارک کے رسالہ اسپکٹیٹر (SPECTATOR) مین شائع ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ مین خودکشی کا ارتکاب کس کثرت سے ہورہا ہے، اور وہان کے ارباب غور وفکر کو اس وبا کی رفتار سے کس درجہ تشویش ہے، موجودہ دور مین تہذیب وتمدن کا چراغ صرف یورپ اور امریکہ کے ہاتھ مین ہے، اور دولت وثروت کے خزانون پر بھی صرف انھی کا قبضہ ہے،

تاہم تہذیب وتمدن کی یہ روشنی حیات انسانی کی تاریکی کو دور نہ کرسکی اور دولت وثروت کی فراوانی سکون وراحت کے پیدا کرنے سے قاصر رہی، یورپ اور امریکہ مین بے چینی وبے اطمینانی روز بروز زیادہ ہوتی جاتی ہے، اور وہان والون نے زندگی کی کشمکش سے نجات پانے کا ایک آسان ذریعہ خودکشی کو سمجھ لیا ہے، چنانچہ امریکہ مین خودکشی گویا ایک قومی خصلت ہوگئی ہے، ڈاکٹر ہوفمین نے اپنے مضمون مین ملک کو اس خطرناک وبا سے متنبہ کیا ہے، اقتباسات ذیل اسی مضمون سے ماخوذ ہین،

"ممالک متحدہ امریکہ مین ہرسال تخمیناً اٹھارہ بیس ہزار جانین خودکشی سے ضائع ہوتی ہین، ان اشخاص کی صحیح تعداد معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ نہین ہے، جنھون نے خودکشی کی کوشش کی مگر ناکامیاب رہے، تاہم جہانتک معلوم ہوسکا ہے ایسون کا شمار بھی تیس ہزار بلکہ غالباً کچھ زائد ہی ہے، یعنی ملک مین تقریباً پچاس ہزار آدمی ایسے ہین جنکا دماغی توازن اپنی جگہ پر قائم نہین ہے اور ان مین سے تقریباً دو خمس ہرسال اپنی زندگیون کا جو اکثر اس قابل ہوتی ہین کہ بچالی جائین خاتمہ کردیتے ہین، ضرورت ایک ایسی قومی جماعت کی ہے جو پوری طرح پر اس بات کے لیے تیار ہو کہ اس مسئلہ کی سائنٹفک طریقہ سے جانچ کرے، اس سے باز رکھنے کی راہین نکالے اور ان بہتیری جانون کو بچانے کی کوشش کرے جو خودکشی کی ذلیل موت سے بچائی جاسکتی ہین"

امریکہ کے ایک سو شہرون مین ہر ایک لاکھ کی آبادی مین خودکشی کرنے والون کی تعداد (۱۵) تھی، یہ ۱۹۰۰ء کا حساب تھا، ۱۹۰۳ء مین ایسے لوگون کی تعداد ہر ایک لاکھ مین (۲۰) تک پہنچ گئی، ۱۹۰۸ء مین (۲۱٫۵) کا اوسط ہوگیا تھا، لیکن یہ ایک استثنائی مثال تھی، ڈاکٹر ہوفمین اہل ملک کو ان کی قومی بے حسی سے بیدار کرکے "زندگی اور موت کے اس غیر مختتم ڈراما" کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہین" جس سے بجز اس کے کہ کبھی کبھی اخبارات مین کچھ ذکر آجاتا ہے عام طور پر بے خبری ہی رہتی ہے" یہ دکھانے کے بعد کہ بلند عمارتون کی چھتون سے کود کر جان دینے والون کی تعداد برابر بڑھتی جارہی ہے، اور یہ کہ بیشمار واقعات ایسے بھی ہین جنین خودکشی اور قتل باہم ملے ہوئے ہین، ڈاکٹر صاحب رقمطراز ہین:-

"ان مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ خودکشی صرف بڑے شہرون تک محدود نہین بلکہ اس کا ارتکاب تمام ملک مین ہوتا ہے، یہان تک کہ چھوٹے سے چھوٹے دیہاتون مین بھی جنکی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہان زندگی موجودہ تنازع للبقا کی عاجز کردینے والی پریشانیون سے آزاد ہوگی، قوم کو چاہیے کہ اس سانحہ عظیم اور نقصان شدید پر غور و فکر کرے جو ۱۹۳۰ء مین بیس ہزار کے اتلاف جان سے ہوا ہے، درآنحالیکہ اسی سال تیس ہزار بلکہ اس سے زائد ہی اشخاص نے اور بھی خودکشی کی کوشش کی تھی اگرچہ کسی نہ کسی سبب سے ناکامیاب رہے، مجھے یقین ہے کہ ان مین سے نصف اس فعل سے باز رکھے جاسکتے تھے اور مین خودکشی سے متعلق چالیس سال کے ذاتی تجربہ کی بنا پر کہتا ہون کہ اگر صحیح وقت پر مناسب مدد اور معقول نصیحت بہم پہنچ سکتی تو بہتیری جانین اس ہلاکت سے محفوظ رہتین، اس مسئلہ کی پیچیدگیون کا حل صرف ایک ایسی قومی جماعت سے ہوسکتا ہے جو اس غرض سے قائم کیگئی ہو، کہ خودکشی سے باز رکھنے کے وسائل پر غور و فکر کرے اور جسکی شاخین تمام بڑے بڑے شہرون مین پھیلی ہون، اتنی جانین جو ہر سال خودکشی سے ضائع ہوتی ہین، ان مین سے ایک کثیر تعداد کی ذمہ داری بڑی حد تک خود سوسائٹی کے سر ہے، کیونکہ ہماری تہذیب کی **گندم نما جو فروشی**، ہی اس خرابی کی جڑ ہے اور اسی سے وہ ابتری برابر پیدا ہوتی رہتی ہے جس سے بچنے کے لیے آجکل ہزارون آدمی چارو ناچار خودکشی کی راہ اختیار کرتے ہین"

"ع ز"

(لٹریری ڈائجسٹ)

انقلاب الامم

ڈاکٹر لیبان کی مشہور کتاب "قومون کی ترقی و تنزل کے قوانین نفسی" کا خلاصہ، جس کو پڑھ کر یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ دنیا مین قومین کیونکر بنتی اور بگڑتی ہین، طبع دوم قیمت عار ضخامت ۱۶۲ صفحے۔

"منیجر دار المصنفین"

آثار علمیہ ادبیہ

مکتوبات محمد علی

مکتوب سوم

بنام سید سلیمان ندوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جیلخانہ، بیتول، ۸ ر ذی الحجۃ الحرام ۱۳۳۷ھ مطابق ۴ ر ستمبر ۱۹۱۹ء

برادرم سید سلیمان صاحب، السلام علیکم و علی من لدیکم

ایک مدت سے آپ کے ایک محبت نامے کا قرضدار ہون، چھندواڑہ مین جسوقت وہ موصول ہوا تھا مشغولیت و مصروفیت بہت زیادہ تھی اور یہ سلسلہ وہان کے قیام کے آخر زمانہ مین انتہا تک جاری رہا؛ البتہ ۸ ر رمضان المبارک سے وہ شے نصیب ہے، جس کی غالب کو ساری عمر تمنا ہی رہی، ؎

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن — بیٹھے رہین تصور جانان کیے ہوئے

یہان داخل ہوتے ہی غسل کیا، قضا نماز فجر ادا کی، اور سورۂ یوسف تلاوت کی، عمر تو کچھ ایسی زیادہ نہین ہے، مگر اس عمر مین بھی اتنے گناہ کیے ہین کہ اگر کاتب ہوتا تو ضرور شبہہ ہوتا کہ روز جزا ان سب کا کسکو حساب یاد رہیگا اور غالباً چند کبیرہ ہی پر کافی سزا بعبور دریاے جہنم "و بکر تمام صغیرہ کو یونہی چھوڑ دینا پڑے اگر

زمانے کی حالت نے غفلت کو کچھ کچھ دور کیا ہے، گو خوف ہے کہ کہین بقول غالب وہی حالت نہ ہو کہ ع

ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

سورۂ یوسف یہان تلاوت کرنے کے بعد وہ واقعہ پھر تازہ ہوگیا کہ یاران مجلس مین جس خوش نصیب کو رہائی ملی تھی اس سے خواہش کی گئی کہ تو اتنا ہی کردے کہ اپنے آقا سے کہدے کہ ایک بے گناہ یہان اور بھی پڑا سڑ رہا ہے، اور باوجود اظہار تشکر کے وہ بھول گیا اور بضع سنین تک اسی مجلس مین گذر ہوا، برادرم اب تک دنیا مین باوجود حکم ایاک نعبد وایاک نستعین کے ہزارون سے لو لگائی، اور کچھ نہ پایا مگر اب تجربے کافی ہوگئے ہین "بھوے بامن گائے کھائی، اب کھائین تو رام دہائی" یہی وجہ ہے، کہ اطمینان قلب و تسکین خاطر نصیب ہے، اور وہ فرصت میسر ہے جسکی غالب کو آرزو تھی،

بفضلہ تعالیٰ ایمان بظاہر سلامت ہے، قید نے دست عمل کو کوتاہ کردیا اور اس طرح بے عملی کی لاج رکھ لی، لہذا اب کوئی بہانہ بھی نہین بنا سکتا کہ فرصت مفقود ہے، اس لیے خواہ مخواہ بھی علمی مشاغل کی طرف جانا ہے، اگر رہائی جلد ہوگئی تو پھر مین ہون اور مکروہات دنیا، اسی فرصت کو غنیمت سمجھتا ہون، سب سے پہلا کام تو یہ کر رہا ہون کہ حفظ قرآن پاک شروع کیا ہے، حافظ کے خطاب کا بھوکا ہون، کیونکہ خود خداوند دو عالم نے اپنے لیے بھی یہ اسم گرامی تجویز فرمایا ہے، اسی وحدہٗ لاشریک کیساتھ کہان جاکر شرکت کی ٹھانی ہے، غالب اواخر عمر مین "گلی قاسم خان" مین کرایہ کے مکان مین آکر رہے، آنکھون سے سوجھتا کم تھا، کانون سے بالکل سنائی نہ دیتا تھا، مغرب کے وقت پالکی نے گھر جاکر اتری، جیسے ہی اتر کر بیٹھے تھے کہ نماز مغرب کے لیے اذان ہوئی، مسجد کے عقب مین یہ مکان واقع تھا، اشہد ان محمدًا رسول اللہ پر حاضرین نے انگوٹھے چومنے اور آنکھون سے لگائے تو پوچھا کیا ہے، کسی نے لکھکر پرچہ دیا کہ اذان پاس کی مسجد مین ہو رہی ہے، اسی وقت یہ شعر کہا ؎

مسجد کے زیر سایہ اک گھر بنا لیا ہے،

یہ بندۂ کمینہ ہمسایۂ خدا ہے

ہمارا بھی یہی حال ہے ع

"بلبل ہمین کہ قافیہ گل شود بس است"

میرے ہمنام کو تو دوبارہ خدا کی ہمنامی کا شرف نصیب ہوا اور بالمومنین رؤف رحیم کا خطاب ملا تھا آپ سنکر خوش ہونگے کہ پہلے دو ماہ مین الٓم کا پورا پارہ اور سورۂ انفال پوری اور سورۂ توبہ ثلث تک یعنی دو پارون کے برابر حفظ کرلیا گیا، مگر اس خوف سے کہ کہین بھول نہ جاؤن دوہراتا رہا اور تیسرے ماہ مین ابتک صرف اسقدر ہوا ہے، کہ سیقول کے چھ رکوع آجتک حفظ ہوگئے ہین اور ۳۰ ستمبر تک انشاء اللہ تعالیٰ نصف تک حفظ کرلونگا، خوش نصیبی سے چندواڑہ جیسی جگہ مین بخاری شریف کے ۲۰ پارے مترجم اور نسائی شریف مترجم، ابن ماجہ شریف مترجم، مشکوٰۃ شریف مترجم اور تلخیص الصحاح مترجم (سب اردو) مل گئین، فارسی مین مشکوٰۃ شریف پہلے سے موجود تھی مگر بدبختی اور کاہلی اتنی سی فارسی کو بڑی مزاحمت اور رکاوٹ سمجھتی تھی، اب یہ بھی بہانہ باقی نہ رہا، جستہ جستہ حدیثین دو تین ماہ سے پڑھ رہا تھا، یہان بھی مشکوٰۃ اور تلخیص اور نسائی ہمراہ آگئی ہین، سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم گھر چلی گئی تھی، وہان سے منگالی ہے، دوبارہ وہین مطالعہ کرچکا تھا اب پھر پڑھون گا، معارف کے پرچے جلد بندھوانے کے لئے رکھے تھے (آپ یہ انتظام کیون نہین کرلیتے کہ ایک ہی نمونہ کی جلدین بندھوانے کے لیے شائقین کو اطلاع دیدین کہ اس قیمت پر دارالاشاعت مین معہ فہرست مضامین کے بندھ سکینگی، جنکو بندھوانا منظور ہوگا پرچے روانہ کردیگا،) بہرکیف چندواڑہ مین یہ کام نہ ہوسکا تھا، پرچے گھر چلے گئے تو خوف ہوا کہ کہین ضائع نہ ہوجائین، اس لیے یہان منگالیے، پہلی بار آئے تو کوئی بیس پرچے تین سالون کی مجلدون کے غائب، گھبرا کر پھر لکھا، معلوم ہوا کہ نوکر کے گھر پر نہ ہونے سے گھبراہٹ مین ایک صندوق مین دیکھنا بھول گئے تھے، اس بار اور پرچے بھی روانہ کردیئے، مگر اب بھی چند پرچے سال گذشتہ کے کم ہین اور ایک سال دویم کا، وجہ یہ ہوئی کہ سال گذشتہ روان تھا، اس لیے کچھ پرچے میرے کمرہ مین تھے، کچھ بھائی کے کمرہ مین، خانہ تلاشی مین اور گڈمڈ ہوگئے، (جی ہان، یہ بھی ہوا تھا ؎

لی محبت نے گھر کی تلاشی تو کیا ہوا ، نکلا سبوے کہنہ مین سرکہ بھرا ہوا)

اب معارف کیساتھ فہرست مضامین مجلد سوم آئی تو ضروری ہو گیا کہ سب پرچے جمع کرون اور تقطیع سے پیشتر جلد بندھوالون، مگر ایک تو آپ سے التجا کرتا ہے اور سینکڑون آپ لوگون کو گالیان دینا، مین التجا تو یہ ہے کہ حسب ذیل پرچے جو اسوقت نہین ملتے ارسال فرمائیے، جس وقت مل گئے واپس کر دونگا،

مجلد دوم - عدد یازدہم،

مجلد سوم - عدد ہائے سوم - ششم، ہشتم - نہم - دہم،

یعنی کل ۶ عدد کی مزید مرحمت ہو،

اب گالیون کی فہرست لیجئے ۔ آپ حضرات انڈکس پوری تفصیل کے کیساتھ مرتب کرنا، ابتک کیون نہین سیکھے انڈکس تو انڈکس آپ کی فہرست بھی درست نہین ہوتی، شکر ہے کہ معارف نے مجلد سوم کی ایک فہرست مرتب کی ہے، مگر سہل انگاری ظاہر ہے، حروف تہجی کے حساب سے مضامین کی علحدہ فہرست ہوتی اور لکھنے والون کی علحدہ، خیر غنیمت ہے کہ کچھ تو ہے، مگر مجلد اول و دوم اس سے بھی محروم ہین اور مزید لطف یہ ہے کہ مین نے ارادہ کیا کہ ہر عدد کی فہرست علحدہ کر کے شروع مین لگا دون تو معلوم ہوا کہ خانحشت خراب فہرست کی پشت پر شذرات موجود ہین، مجبوری اپنی سستی رفع کرونگا، اور بارہ فہرستین قلمی تیار کرونگا، تب جا کر جلد بندھنے کی نوبت آئیگی، بہرکیف اتنی گالیون کے صلہ مین ۶ عدد جو اس وقت نہین ملتے مرحمت ہون تاکہ جلدین بندھوالی جائین، اب تک میرے متعدد انگریزی رسالون کی جلدین نہین بندھی ہین اور ممکن ہے کہ میرے عزیز دوست اور سارق الکتب سید جالب صاحب ان مین سے اکثر پر قبضہ بھی کر بیٹھے ہون، یہ شرف خاص معارف کو حاصل ہوگا، کہ مجلدات تیار کرالیجائین گی گو تین سال بعد ہی کیون نہ ہو،

لیکن التجا اور بھی ہے، وہ پہلے بھی کر چکا ہون کہ ایک پروف سیرۃ النبی کی دوسری جلد کا مجھے بھی عنایت ہوتا رہے، انشاء اللہ ترجمہ بلکہ انگریزی ناظرین کے مذاق کے مطابق، ترتیب سیرۃ از سر نو کرون گا، بیگم صاحبہ مجھ

ضرور ناراض ہونگی، مگر مین اس سے کہین زیادہ اُن سے ناراض ہون، اس لیے یہ ذکر ہی چھوڑ دیئے، مگر باوجود اُن کے تلخ تجربہ کے میرا ارادہ مصمم ہے کہ سیرۃ کو انگریزی قالب مین مین ہی ڈھالون، یہ کچھ تو بطریق شکر استاذی مولائی مرحوم ہوگا، اور کچھ توشۂ آخرت کا انتظام، مگر سیرۃ کی پہلی جلد سے میری تسکین نہین ہوئی، اس کی غالب وجہ یہی ہوگی کہ پورا نقشہ اس عظیم الشان عمارت کا میرے سامنے موجود نہین ہے، اسیلئے اپنی تسکین خاطر کی غرض سے مین نے گذشتہ جنوری مین آپ کو عزیزی مسعود کی زبانی پیغام بھیجکر تکلیف دینی چاہی تھی مگر شومی طالع کہ ملاقات رام پور مین نہ ہو سکی، اسوقت خیال تھا کہ اب نہین تو دو چار ہفتہ بعد ہو جائے گی مگر

من در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال کارے کہ خدا کرد فلک را چہ مجال

رامپور قریب تھا، بھیندواڑہ دور اور گو مئول دور تر نہ سہی مگر قیود یہان زیادہ ہین، خیر دیکھئے اب کب ملاقات ہو، اگر مجلد دوم کے پروف ملتے رہین تو شاید ترتیب وغیرہ کے بارہ مین کچھ مفید مشورہ ایک نبی امی روحی فداک یارسول اللہ کا امی نہین تو جاہل ہمنام بھی دے سکے، اچھا اب رخصت ہوتا ہون مگر یہان کے لکھے ہوئے چند اشعار نذر کرتا ہون، یہ شب قدر کی بیداری اور یوم الوداع کا تحفہ ہین، حسرت کی الوداع بھائی نے جو یہان کی مقتدی کے امام ہوا کرتے ہین خطبۂ الوداع مین پڑھی تھی، اس نے تحریک کر دیا اور یہ چند اشعار بے ساختہ زبان پر آگئے، صاف بھی نہین کئے ہین، ڈپٹی کمشنر کے مرسلہ لفافہ کی پشت پر پنسل سے گھسے ہوئے اسی طرح آج تک موجود ہین، بھائی کی بیاض پر بھی نہین اوتارے ہین،

الوداع

الوداع اے ماہِ رمضان الوداع — بہترین غمگساران الوداع

تجھ مین اُترا آخری پیغامِ حق — تو ہی تھا شایانِ قرآن الوداع

جوش پر تھا بحرِ رحمت اندنون — اے زمانِ عفوِ عصیان الوداع

الفراق اے ہم جلیسِ صائمین ، — مونسِ شب زندہ داران الوداع

آشکارا تجھ پہ تھا سب رازِ دل　　پردہ دارِ دردِ پنہان الوداع

تجھ سے تھین وابستہ امیدین تمام　　داغِ صد یاس و حرمان الوداع

قیدِ تنہائی کی رونق تجھ سے تھی　　اے شریکِ بزمِ زندان الوداع

غنچہائے دل شگفتہ تجھ سے تھے　　اے بہارِ باغِ ایمان الوداع

دور کر دی تو نے ظلمت قید کی　　تجھ سے ہر شب تھا چراغان الوداع

ہوتے ہین اب رخصتِ افطار و سحر　　میزبا نیہائے مہمان الوداع

سوچنا تھا تجھ کو زادِ آخرت　　ہو سکا پر کچھ نہ سامان الوداع

کاروانِ خیر و برکت چل دیا　　رہ گئے سب دل مین ارمان الوداع

شدتِ غم سے زبان گر بند ہے　　تو ہی کہدے چشمِ گریان الوداع

"نوائے نواب" ماشاء اللہ، نواب علی صاحب سے میرے جانب سے شکایت کر دیجئے کہ دوسری تصنیف شائع بھی ہوگئی اور ابتک نسخہ نہین پہنچا، ارض القرآن کی دوسری جلد کہان ہے، مین تو معارف کے فلسفیانہ مضامین سے بے اعتنائی برتتا ہون گو ماجد صاحب خفا ہی کیون نہ ہو جائین، تفسیر اور صحابۂ کرام کے حالات کا متلاشی رہتا ہون، یہ سلسلہ اب کیون بند ہے،

نواب علی صاحب کو آپ لکھین تو میری طرف سے اتنی یاد دہانی اور فرما دیجئے کہ میرا قرضہ بڑودہ کا وصول کیون نہین کرتے، ڈگری ہو چکی، کھاشی راؤ صاحب سے کہکر قرقی کرالو، روپیہ کی سخت ضرورت ہے، اور ایسے نادہند کی رعایت ہرگز مرغوب نہین ہے، اب رخصت ہوتا ہون، عزیزی مسعود صاحب کو عبدالسلام صاحب کو اور تمام رفقاء و اراکین کو سلامِ شوق، جب چھوٹون گا ضرور روضۂ استاد کے

سلہ اس عنوان سے معارف (جولائی ۱۹۱۹ء) مین مولوی سید نواب علی صاحب سابق پروفیسر بڑودہ کالج کی ایک نظم چھپی تھی،
سلہ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی اڈیٹر سچ جو اس زمانہ مین فلسفی تھے،
سلہ مولانا محمد علی صاحب کے قیام بڑودہ کے زمانے کا کوئی معاملہ تھا،

پھولون کی خوشبو سے دماغ و روح کو معطر کرونگا۔ ع

اے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری

اور بزم سخن[1] مین بھی شریک ہونگا، مگر غالب کے ایسے پھیکے اشعار نہ سناؤنگا، جیسے ماجد صاحب وغیرہ نے سنائے تھے، فارسی کا تو ایک ابھی سُن لیجئے، بلکہ دو

ایک تو یہ ہے ؎

بے دستگہ نیم کہ ہنوز از ہوائے وصل　　شوریست در سرم کہ بہ سامان برابر است

دوسرا بھی سُن لیجئے، (خدا اس تکبر کو معاف کرے)

دلم بر رنج نابرداریِ فرہاد می سوزد　　خداوندا بیامرز آن شہید امتحانی را

آپکا خیر طلب اور دار المصنفین کا ادنیٰ خادم محمد علی عفی عنہ۔ خادمِ کعبہ،

مکرر عرض ہے کہ ہمارے بعد بھی مسجد انصار الاسلام (آپکی شوکت[2] الاسلام) کی تیاری برابر جاری رہے، خدا نے ایک فرشتہ صورت فرشتہ سیرت شخص کو بھیجدیا ہے، ملک صاحب علیل ہو کر کشمیر جا رہے تھے کہ ہنگامۂ پنجاب شروع ہو گیا، اوصف خان بہادر بھی لاہور سے واپس کئے گئے، ذیابیطس کی شکایت تھی، ناگپور کا موسم خراب سے خراب تر ہو گیا تھا، ہم نے پہلے ہی چھندواڑہ کی تعریف کی تھی، چنانچہ یکایک مئی مین آگئے، اہل و عیال کو بھی بلا لیا، سابق ڈپٹی کمشنر مسٹر جنیوس کا بنگلہ کرایہ پر لے لیا، مسجد کے لیے کہا کہ جو مانگو ملے گا، ہم نے ڈیڑھ سو پر اکتفا کیا، مگر ہمارے جانے کے بعد مسجد دیکھی اور فرمایا کہ جسطرح یہ دونون بھائی بنوا رہے تھے اسی طرح کام جاری رکھو، ایک ہزار تک مین دونگا، چنانچہ ڈیڑھ سو دینے کے بعد ڈیڑھ سو اگست مین اور دئیے تھے اور سلسلہ تعمیر جاری ہے، انما یعمر مسٰجد اللہ من اٰمن باللہ والیوم الاٰخر واقام الصلٰوۃ واٰتی الزکٰوۃ ولم یخش الا اللہ فعسٰی اولٰئک ان یکونوا من المھتدین

(آپکا مخلص صادق محمد علی)

سلہ معارف (اگست ۱۹۱۹ء) مین اس عنوان سے چند سخن شناس و سخندان احباب کی ایک مجلس مین مرزا غالب کے جو بہترین شعر پڑھے گئے تھے ادھر اُنکی طرف اشارہ ہے، سلہ چھندواڑہ مین یہ دونون بھائی ایک مسجد بنوا رہے تھے، شوکت صاحب اس تعمیر کے مہتمم تھے اس لئے اُنکو ہم نے شوکت الاسلام کا لقب دیا تھا۔ (معارف مارچ ۱۹۱۹ء)

اخبار علمیہ

نباتات کی روئیدگی مین سرعت

ایک جرمن نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ سے نباتات بہت جلد اُگ سکتے ہین، اور اُن کے دانون مین فصل سے پہلے پختگی آسکتی ہے" اس کا طریقہ یہ ہے کہ زمین زیر کاشت مین اس آلے کے ذریعہ سے برقی رو پہنچائی جاتی ہے، اور اس کے اثر سے بہت جلد روئیدگی پیدا ہو جاتی ہے، اس مین بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے ذریعہ سے مزروعات کے اقسام کو بھی ترقی دیجا سکتی ہے، یعنی ان کی بہترین قسم پیدا کیجا سکتی ہے، برلین کے اطراف مین بعض جرمن کاشتکارون نے اسکا تجربہ کیا تو حیرت انگیز نتائج پیدا ہوئے، اس آلے کے موجد کا خیال ہے کہ اس کے ذریعہ سے سال مین دو بار یا اس سے زیادہ زراعت کی پیداوار ہو سکتی ہے،

رصد افلاک کیلئے ایک برقی کرسی

جو لوگ سیارون کی حالت کا مطالعہ کرتے ہین، چونکہ ان کو ایک ہی جگہ کئی کئی گھنٹے بیٹھنا پڑتا ہے اسلیے ان کو سخت تکلیف محسوس ہوتی ہے، اور اکثر اسوجہ سے ان کے اعصاب وعضلات سن ہو جاتے ہین اس تکلیف کے دور کرنے کے لیے بعض انجنیرون نے ایک کہربائی کرسی ایجاد کی ہے، جو ٹلسکوپ کے ساتھ ساتھ گھومتی رہتی ہے، اور آسمان کی ہر جہت کو دیکھا جا سکتا ہے، اور رصد کرنے والے کو کوئی تکلیف محسوس نہین ہوتی،

سورج کی حرارت پر اقتدار

جرمنی کے ایک عالم ڈاکٹر لانج نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے جس کے ذریعہ سے کہربائیت کے پیدا کرنے کے لیے سورج کی حرارت کو زیر نگین کیا جا سکتا ہے،

کیڑون کی پرورش

بہت سے کیڑے مکوڑے ایسے ہین جو زراعت کے لیے مفید ہوتے ہین اور ان کیڑون کو مار ڈالتے ہین، جو زراعت کے لیے مضر ہین، کالیفورنیا کی یونیورسٹی نے اس قسم کے کیڑون کی پرورش کے لیے ایک خاص عمارت تعمیر کی ہے، جس مین اس قسم کے کیڑون کے پیدا کرنے اور اونکی تعداد کے بڑھانے کے جدید علمی وسائل مہیا کئے گئے ہین، ان کو غذا، پانی، ہوا، روشنی اور رطوبت کی جسقدر ضرورت ہوتی ہے، ان کے ذرائع فراوانی کیساتھ فراہم کئے گئے ہین، اور جو کیڑے ان کو فنا کر دیتے ہین ان سے ان کو محفوظ رکھا گیا ہے، اور وہان بہت سے علمار موجود ہین جو ان کی طبیعت، فطرت اور طریقۂ نشو ونما کا مطالعہ کرتے ہین،

اس سلسلے مین یہ بات بھی خاص طور پر قابلِ ذکر ہے کہ ایک امریکن نے ایک لسدار سیال مادہ ایجاد کیا ہے جو ایک برتن مین باغ کے اندر رکھدیا جاتا ہے، اور مکھیان، مچھر، چیونٹیان اور اس قسم کے دوسرے حشرات الارض جو درختون کو نقصان پہنچاتے ہین، اوسکی خوشبو سے اس کے پاس جمع ہو جاتے ہین اور اسکے پاس جانے سے مر جاتے ہین، لیکن اس مادے مین کوئی ایسا جزو نہین ہے جو انسان کو نقصان پہنچائے

ایک اسفنجی پتھر

سوئٹزرلینڈ کے بعض اطراف مین ایک پتھر پایا جاتا ہے جس کے تمام خواص اسفنج کے مشابہ ہوتے ہین، یعنی وہ نہایت ہلکا ہوتا ہے اور پانی کے اوپر تیرتا ہے اور اس کے باریک پتر بنائے جاتے ہین جو چمڑے کے مثل ہوتے ہین، اور ان کو لپیٹا اور کھولا جا سکتا ہے،

روئی کی رطوبت کے زائل کرنے کا آلہ

روئی کے دھنکنے کے لیے رطوبت ضروری ہے، لیکن روئی کے بعض تاجر روئی کا وزن بڑھانے کیلئے اس پر پانی چھڑک دیتے ہین، جس سے روئی کے کاتنے اور بننے مین نقصان لاحق ہوتا ہے، کیونکہ روئی

کی رطوبت کو فیصدی ½ ۸ سے زیادہ نہین ہونا چاہئے، لیکن اب بعض امریکن کارخانون نے روئی کے دھنکنے کا ایک جدید آلہ ایجاد کیا ہے، جس کے ذریعہ سے دھنکنے سے پہلے روئی کی رطوبت زائل ہوجاتی ہے، اور جس روئی مین معمولی سے زیادہ حرارت ہوتی ہے وہ اُسکو روک لیتا ہے، پھر ایک آلہ کے ذریعہ سے اوسکی رطوبت زائل کرلیجاتی ہے،

انگریزی ایجادات کی تعداد،

گذشتہ سال انگلستان مین جن ایجادات کی رجسٹری ہوئی، اُن کی تعداد اُن ایجادات سے کسی قدر کم ہے جنکی رجسٹری اس سے پہلے کے سال مین ہوچکی تھی، چنانچہ ۱۹۲۹ء مین ان کی تعداد ۴۰۴۹۸ تھی لیکن گذشتہ سال یہ تعداد صرف ۳۹۸۹۸ رہگئی، یعنی چھ سو ایجادین کم ہوگئین لیکن امریکہ اور جرمنی کی ایجادات کی تعداد مین گذشتہ سال اُس سے پہلے کے سال کی تعداد سے اضافہ ہوا ہے،

روئی کے امراض کا مقابلہ،

بعض علمار نے علمی تجربون سے ثابت کیا ہے کہ انسان اور حیوان کی طرح زراعت کو بھی بخار آتا ہے اور جب زراعت کو بخار آتا ہے اس کا درجۂ حرارت اس کے طبعی درجہ حرارت سے بڑھ جاتا ہے، اس لیے جو جراثیم زراعت کی جڑون مین عفونت پیدا کرتے ہین، وہ انکی حرارت کو حد طبعی سے دو یا تین درجہ زیادہ کردیتے ہین، لیکن تجربہ سے یہ بھی ثابت ہوا ہے کہ زمین کی ترشی ان جراثیم کو فنا کردیتی ہے، اس لیے علمار کی یہ کوشش ہے کہ زراعت کی کاشت ایسی زمین مین کیجائے جسمین ترشی زیادہ ہو تاکہ اس مرض کا تدارک ہوسکے، لیکن روئی کے جڑون کی عفونت کا بہترین علاج یہ ہے کہ ایسے وسائل اختیار کیے جائین جنسے قبل اس کے کہ ان جراثیم کا حملہ ہو اوسکی نشوونما ہوجائے،

"ع"

کان کنون کیلئے تحفظ ذاتی کا ایک عجیب آلہ،

یہ اکثر ہوتا ہے کہ جب کسی کان مین دھماکا واقع ہوتا ہے تو اس کے تمام راستے بند ہوجاتے ہین اور تعدد

کان کن زندہ دفن ہوجاتے ہین، ایسے وقتون مین بچانے والون کی انتہائی کوششین اکثر بیکار ثابت ہوتی ہین، کیونکہ مدفون کان کن تھوڑی ہی دیر مین گیس کے زہریلے اثرات سے مرجاتے ہین لیکن مائنس سیفٹی اپلائنس کمپنی (امریکہ) (MINES SAFETY APPLIANCE COMPANY) نے تحفظ ذاتی کا ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہو جس سے باوجود زہریلی گیس کے کان کن محفوظ رہتے ہین، یہ ایک چھوٹا سا ڈبہ ہوتا ہے جسمین ایک مہنال لگی ہوتی ہے، مہنال کو دانتون سے دبالیتے ہین، آلہ مین ایک چیز ہوتی ہے جو ناک کے نتھنون کو دبالیتی ہے، جس کی وجہ سے سانس صرف منھ کے ذریعہ سے لی جاسکتی ہے، مہنال کی کیمیائی ساخت اس قسم کی ہے کہ دھوان منھ مین نہین آنے پاتا، اور جو ہوا منھ کے اندر پہنچتی ہے وہ زہریلے اثرات سے صاف ہوکر پہنچتی ہے، اس آلہ کا وزن (½۱۴) آونس ہے اور اسے آسانی سے کمر کی پٹی مین لگا سکتے ہین یا جیب مین رکھ سکتے ہین، آتش زدگی یا دھماکے کی حالت مین اس آلہ کو لگا کر (۳۰) سے (۷۰) منٹ تک بغیر زہریلی گیس کا اثر قبول کئے ہوئے چل سکتے ہین،

بین الاقوامی کالج، ڈنمارک

ڈنمارک کا بین الاقوامی کالج جو بمقام السنور (ELSINORE) واقع ہے اپنے طرز کا ایک بالکل انوکھا کالج ہے، اس کا قیام بین الاقوامی تعلیم کا ایک جدید تجربہ ہے اور اسمین تمام یورپ اور دوسرے ملکون سے لڑکے اور لڑکیان تعلیم کے لیے آتی ہین، کالج صرف نومبر سے مارچ اور ۲۰ / اپریل سے ۱۱ / جولائی تک کھلا رہتا ہے، نصاب مشہور ڈینش فوک ہائی اسکول کے نصاب کے مطابق ہے، فرق یہ ہے کہ اس مین بین الاقوامی تعلیم کا لحاظ رکھا گیا ہے، کیونکہ اساتذہ وطلبہ کی تعداد مین غیر ملکی عنصر شامل ہے، درس انگریزی فرانسیسی، جرمن اور اسکینڈینیوین زبانون مین ہوتے ہین، بین الاقوامی تعلقات اور مجلس اقوام کے متعلق انگریزی زبان مین تعلیم ہوتی ہے،

"ع ز"

باب التقریظ والانتقاد

میر عالم،

مؤلفہ

جناب سراج الدین صاحب طالب،

مطبوعہ شمس الاسلام پریس، پتھر بازار حیدرآباد دکن، ضخامت ۲۳۰ صفحے لکھائی چھپائی عمدہ قیمت

پتہ:- ۴۴ ۴ پرانی حویلی حیدرآباد دکن،

سلطنتون اور ریاستون کی تاریخ کا ایک بڑا جزو وزرار کے حالات ہین، اور انھون نے اس قدر اہمیت حاصل کرلی ہے کہ عربی زبان مین وزرار کے حالات وسوانح مین متعدد مستقل تصنیفات لکھی گئی ہین، ہندوستان کے طول وعرض مین جو ریاستین قائم ہین اُن مین حیدرآباد کی ریاست ایک مستقل سلطنت کی حیثیت رکھتی ہے اور اس ریاست مین وزارت کے منصب کو ہمیشہ نہایت اہمیت حاصل رہی ہے، اور اسی اہمیت کی بنا پر محمد سراج الدین طالب نے اس ریاست کے وزرا مین میر عالم کے حالاتِ زندگی مین ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جس کا نام بھی میر عالم ہے، میر عالم ایک نہایت معزز ایرانی خاندان سے تعلق رکھتے ہین، ان کے دادا سید نور الدین شوستر کے شیخ الاسلام تھے اور ان کے والد سید رضی بھی بڑے عالم اور سیاح تھے، عراق عجم اور عراق عرب کی سیاحت کے بعد اپنے بھائی سید حسن کے ساتھ ہندوستان آئے اور حیدرآباد مین ملازم ہوئے، میر عالم حیدرآباد ہی مین ۱۷ جولائی ۱۷۵۲ء کو پیدا ہوئے اور یہین مختلف ملازمتون کے سلسلے مین ترقی کرکے وزیر اعظم ہوگئے،

یہ کتاب انھی کے حالات مین ہے اور نہایت معتبر ماخذون کی مدد سے مرتب کی گئی ہے، چنانچہ مصنف نے اس کے

فارسی، اردو اور انگریزی ماخذون کی جو فہرست ابتدار کتاب مین درج کی ہے، ان کی تعداد چالیس پچاس سے کم نہین، اور ان مین بہت سی کتابین قلمی ہین جن تک مصنف کے سوا کسی اور کی رسائی نہین ہوسکتی تھی، حالات بھی نہایت استقصار کے ساتھ جمع کئے گئے ہین، جنھین میر عالم کے سوانحِ زندگی کے تمام ابواب مثلاً سلسلۂ نسب، ولادت، زمانۂ تعلیم، خدمات، آل و اولاد، جاگیرات، عمارات، تصنیف وتالیف، اور اخلاق وعادات وغیرہ سب آگئے ہین، سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ میر عالم سے متعلق جتنی چیزون کے فوٹو میسر آسکے ہین، ان کو کتاب مین داخل کرلیا گیا ہے، اور اس سے کتاب کی دلچسپی بہت بڑھ گئی ہے،

میر عالم کے علاوہ سلسلۂ بیان مین اور جن لوگون کے تذکرے آگئے ہین، فٹ نوٹ مین اجمالاً ان کے حالات بھی درج کردیئے ہین، جن سے اور بھی بہت سے لوگون سے واقفیت حاصل ہوجاتی ہے، غرض میر عالم کے علاوہ اس کتاب سے حیدرآباد کی تاریخ پر بھی بہت کچھ روشنی پڑسکتی ہے،

طرزِ تحریر سادہ، صاف، شستہ اور تاریخی حالات کے مناسب ہے، بعض الفاظ البتہ کھٹکتے ہین، مثلاً "اگرچہ" کی جگہ "اگرچیکہ" ممکن ہے کہ یہ خاص حیدرآباد کی زبان ہو، بہرحال کتاب مجموعی حیثیت سے مفید، دلچسپ اور قابلِ قدر ہے، اور جو لوگ ریاست حیدرآباد کی تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہین اُن کو خصوصیت کے ساتھ اس کا مطالعہ کرنا چاہئے،

"ع"

تیمور

مصنفہ:- مسٹر ہیرلڈلمب و مترجمہ شیخ عنایت اللہ بی اے (ناظم دار الترجمہ عثمانیہ)

امیر تیمور کی عظمت یورپ اور ایشیا، دونون مین مسلّم ہے، اس مشہور فاتح اور کشورکشا کے حالات مین اس سے زیادہ بہتر، دلچسپ، اور مستند ماخذون پر مبنی کوئی کتاب شایع نہین ہوئی، مترجم کا نام ترجمہ کی خوبی کی خود ضمانت ہے، ترجمہ کی سلاست، روانی اور عبارت کی شگفتگی و دلآویزی نے اصل کتاب کی خوبیون کو اور بھی نمایان کردیا ہے، لکھائی چھپائی اور کاغذ کے لحاظ سے یہ معارف پریس کے بہترین مطبوعات مین ہے، ضخامت ۴۴۴ صفحے، قیمت:- ۳ے، المعلن:- مینیجر دار المصنفین اعظم گڈھ

مطبوعاتِ جدیدہ

اثبات التوحید بابطال التثلیث:۔ مؤلفہ مولوی محمد صاحب مدرس مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ حجم ۲۰ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی معمولی قیمت ۴؍ ۔ پتہ:۔ گوجرانوالہ ضلع گوجرانوالہ پنجاب۔

پادری عبدالحق نے ایک رسالہ "اثبات التثلیث" میں عیسائیت کی سچائی ثابت کرنے کے علاوہ اسلام کے عقیدۂ توحید پر حملے بھی کئے تھے، مولوی محمد صاحب نے اس کے جواب میں رسالہ اثبات التوحید لکھا ہے، جس میں علم کلام کی کتابوں سے توحید کے براہین و دلائل جمع کئے ہیں،

شعراے اورنگ آباد:۔ مؤلفہ جناب محمد سردار علی صاحب حجم ۴۰ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی اوسط درجہ قیمت ۸؍ پتہ:۔ کتبخانہ مسجد چوک حیدرآباد دکن،

اس رسالہ میں اورنگ آباد کے قدیم اردو شعراء کے حالات مع نمونۂ کلام قدیم وجدید تذکروں سے لیکر جمع کئے گئے ہیں، مؤلف نے گو اس میں صرف مشہور شعراء پر اکتفا کیا ہے، تاہم ان کی مجموعی تعداد ۵۹ ہوگئی ہے، رسالہ کی ترتیب حروف تہجی پر ہے اور حالات کے لکھنے میں حتی الامکان اختصار مدنظر رکھا گیا ہے،

مفتاح الحدیث:۔ مولوی ابوالمکارم میر قاسم علی صاحب واصف قادری حجم ۲۶ صفحے کاغذ اور لکھائی چھپائی معمولی پتہ دارالطبع سرکار عالی حیدرآباد،

یہ علم اصول حدیث کے اُس رسالہ کا اردو ترجمہ ہے، جو عموماً مشکوٰۃ کے ساتھ چھپا ہے، اس میں اصول حدیث کی اصطلاحات کی مختصر تشریح ہے، ترجمہ صاف اور سلیس ہے،

رہبر یورپ:۔ از مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی قلی گوڑہ قرب بازار حیدرآباد دکن، ۹۰ صفحے،

چھوٹی تقطیع، قیمت ۱۲؍

مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی جو سرکار نظام کی مدد سے یورپ کے کتبخانوں سے قدیم اردو کیلئے مواد فراہم کرنے کے لئے گئے تھے، اور اس سلسلہ میں انھوں نے انگلستان، اسکاٹ لینڈ اور فرانس کے علمی مرکزوں کو نظر غور سے دیکھا، انھوں نے واپسی کے بعد ہندوستانی طلبہ اور عام شائقین علم کے لئے اپنے روزنامچہ اور یادداشت سے یہ مختصر رسالہ مرتب کیا ہے، اس میں یورپ کی روانگی کے انتظامات یورپ میں قیام کی سہولتوں، اور تعلیم اور سیر و تفریح یورپ کے اون ممالک کے عام معاشرتی حالات وغیرہ اجمال کے ساتھ قلمبند کئے ہیں، اور آخر میں اپنے سفر پر ایک تنقیدی نظر بھی ڈالی ہے، اگر اسی کے ساتھ ایک سال کے قیام یورپ کے اوسط مصارف کا بھی ایک نقشہ دیدیا جاتا تو بہتر ہوتا، سفر یورپ اختیار کرنے والوں کے لئے یہ رسالہ بہرحال مفید ہوگا، اور عام دلچسپی کے لئے بھی اس کا مطالعہ مناسب ہے،

مبادیٔ نفسیات:۔ مؤلفہ مولوی شیخ عبدالحمید صاحب شوق بی اے (آنرز) صدر مدرس مدرسۂ سلطانیہ احمد پور بیدر، ۱۹۰ صفحے، تقطیع چھوٹی قیمت ۱۲؍ پتہ مکتبۂ ابراہیمیہ امدادیہی اسٹیشن روڈ، حیدرآباد دکن،

یہ علم نفسیات پر سہل، مختصر اور آسان ابتدائی کتاب ہے، اور اسی مناسبت سے مؤلف نے اسکو "مبادیٔ نفسیات" کے نام سے موسوم کیا ہے، رسالہ پندرہ ابواب اور ایک خاتمہ اور دو ضمیموں پر مشتمل ہے، رسالہ کے مباحث حسب ذیل ہیں، "علم النفس کیا ہے"، "علم النفس کے قواعد"، "حواس" "اثر و تاثر"، "ادراک" "تمثالات"، "جذبہ" "افعال" "حافظہ و تخیل"، "افکار و تصورات" "وجدانیات" "افعال مرکب"، "نفسیات غیر معمولی" وغیرہ مؤلف نے علم النفس کی چند مختلف کتابیں سامنے رکھی ہیں، اور انہی سے انہی کی ترتیب کو قائم رکھکر بطور تلخیص مباحث اخذ کرلیے ہیں، دیباچہ میں ماخذوں کا بھی ذکر ہے، لیکن تعجب ہے کہ مولانا عبدالماجد دریاآبادی کی تالیفات سے استفادوں کے باوجود دیباچہ میں اون کا ذکر نہیں آیا، مؤلف نے اپنا طرز ادا نہایت صاف اور سلجھا

رکھا ہی، دقیق مسائل کو مثالون سے سمجھانے کی حتی الامکان کوشش کی ہے، جسکی وجہ سے رسالہ خاصہ دلچسپ ہوگیا ہے، ہم مصنف کو اسکی کوشش پر مبارکباد دیتے ہین،

حافظِ شیراز:۔ حافظ کی نظرے، از جناب سید یوشع صاحب بی اے علیگ، ۶۳ صفحے چھوٹی تقطیع،

لکھائی چھپائی اور کاغذ عمدہ قیمت ۸ر، مکتبۂ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدرآباد،

جناب سید یوشع صاحب بی اے اس فکر مین ہین کہ خواجہ حافظؒ کو حافظ کی نظر سے دکھایا جائے یعنی خود انھی کے کلام سے ان کے حالاتِ زندگی، اخلاق و عادات اور پھر ان کے کلام کے خصوصیات کو دکھایا جائے، موصوف اس سلسلہ مین کافی مواد فراہم کرچکے ہین، اور پیشِ نظر رسالہ اسی سلسلہ مین گویا ان کی آیندہ تالیف کا ایک مختصر تعارف ہی، جس مین حافظ کے کلام پر دلچسپ انداز بیان مین خود انھی کے کلام سے تبصرہ کیا ہے،

انتخابِ شبلی معروف بہ گنجینۂ ادب:۔ مرتبہ مولانا شبلی صاحب ندوی مدرس اول مدرسۃ الاصلاح سرائمیر اعظم گڈھ، ناشر یونیورسل لائبریری نمبر ۲۸ ملیلی اسٹریٹ کلکتہ حجم ۱۰۲ لکھائی چھپائی ٹائپ کی قیمت ۸ر

مولانا محمد شبلی صاحب ندوی نے جو ندوۃ العلماء کے متوسلین کے حلقہ مین "متکلم" کے لقب سے مشہور ہین، انگریزی مدارس کے لئے اردو کی ایک ریڈر تیار کی ہے، اور جو ان کے لائق شاگرد پروفیسر سید مظفر الدین صاحب ندوی ایم اے کی نظر ثانی کے بعد بنگال کے انگریزی مدارس مین رائج کرنے کیلئے بنگال ہی سے شائع ہوئی ہے، مرتب نے اس رسالہ مین اردو کے ممتاز اہل قلم کے مضامین سے دلچسپ اور سبق آموز انتخابات نثر و نظم کیا کئے ہین، اسوقت انگریزی مدرسون مین جو ریڈرین عام طور پر پڑھائی جاتی ہین، ان مین اس رسالہ کو مستند، کارآمد اور سبق آموز انتخابات کی بنا پر تفوق حاصل ہی، اور امید ہے کہ یہ رواج پذیر ہوکر سودمند ثابت ہوگا،

"ر"

عدد ۳	ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء	جلد بست و ہشتم ۲۸

مضامین